تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

۱۰ر ستمبر ۲۰۰۳ء

یہ کیسی ترقی ہے؟

کہتے ہیں کہ دنیا بڑی ترقی کر رہی ہے، ہزاروں نئی نئی ایجادیں ہوئیں، اور ہو رہی ہیں، ہزاروں میل کی آوازیں سنی جا رہی ہیں، ہزاروں میل کی صورتیں چلتی پھرتی دکھائی دے رہی ہیں، سمندر کی تہہ میں غوطہ خور کشتیاں دوڑ رہی ہیں، آسمان کی فضا میں ہوائی جہازوں کے قلعے اڑ رہے ہیں، ایٹم گولہ دم کے دم میں میلوں کی آبادی کو خاک سیاہ بنا سکتا ہے، یہ سب کچھ ہوا، لیکن یہ سب تو شیطنت کی ترقی ہوئی، انسانیت کی ترقی کا اس میں کیا حصہ ہے، کیا بڑی قوموں میں انصاف زیادہ آ گیا، کیا ظلم وستم کی حکمرانی اٹھ گئی، کیا کالے گورے کا فرق مٹ گیا، کیا ایشیا اور یورپ کا تفرقہ ختم ہو گیا، کیا مادی طاقت حق کی قوت کے سامنے سرنگوں ہو گئی، کیا شاہنشاہانہ حرص وہوس کا عہد چلا گیا؟ یہ کچھ بھی نہ ہوا اس نظر سے اب بھی دنیا وہیں ہے، جہاں پہلے تھی، چند کروڑ انگریز چالیس کروڑ ہندوستانیوں پر اسی طرح حکومت کرنے کو تلے ہوئے ہیں، انسانوں کے اخلاقی معائب بھی وہی ہیں، اور طبایع کے رذائل بھی وہی ہیں۔

(علامہ سید سلیمان ندویؒ)

Regd. No- LW/NP/63

August 2003

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007

R.N.I. No- UP.URD/2001/6071

Vol.2, Issue No: 11

حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دلآویز وفکر انگیز مضامین کا مجموعہ

صفحات:—۱۸۸ قیمت:—۶۰ روپے

نقوش سیرت

از: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

ملنے کا پتہ:

مکتبہ حسنی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی میموریل سنٹر، حیدرآباد

Ist Floor A.N.S.Plaza Beside Mallepally Mosque

Hyderabad-500001

CHIKAN SQUARE

چکن امپوریم چکن کپڑے کا شوروم

تقریبات کے موقع پر آپ کی خدمت کے لئے حاضر

Chikan Square

Exclusive Chikan, Party Wear & Handicraft

7, Subhash Marg, Near C.S.M.M.U, Lucknow-3

Ph : 2266491 Mobile 9415025056

e-mail : chikansquare@yahoo.com

Ph. Nos 2260433- 2242946

جدید ودلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں

آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gahna Palace

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

تاج

اسلامک جنتری دستیاب ہے

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

طلب کریں۔ قیمت ۵/۰۰

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

Shop: 2216948

Resi : 2227443

ریڈی میٹ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gowns & Ties.

شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ۔ تشریف لائیں

men mark®

58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow

صبا کا آملہ

بالوں کا بہترین محافظ

حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-860

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور اور دھوپ کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن: اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph : 2787250 (Ext.) 18, Guest house : 2740151, Fax 91-522-2787310, 2788376

Printed & Published By Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Parakh Offset ...

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ اشاعت کے ۲۰ سال

جلد نمبر ۲۰ ۱۰ ستمبر ۲۰۰۳ء مطابق ۱۲ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ شمارہ نمبر ۲۱

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام

مولانا شمس الحق ندوی

معاون

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر

امین الدین شجاع الدین

معاون

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا نذر الحفیظ ندوی • مولانا عبداللہ حسنی ندوی

• مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زرتعاون

سالانہ -/۱۵۰ ——— فی شمارہ -/۷

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک -/۳۵ ڈالر

• ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box No. 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 2787250 (Ext) مہمان خانہ 2740151 (0522)

Website : www.nadwatululama.org

e-mail : Nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین ومندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط وکتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

Parekh Computers Ltd. Ph: 3115871

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

✿ رئیس التحریر کی میز سے	امین شجاع	۲
اداریہ:		
✿ حکومت کی تبدیلی	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۳
✿ اللہ چاہے گا تو مسلمان پھر ابھرے گا	مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۴
✿ امن وجنگ کے قرآنی اصول	ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی	۶
✿ دربار نبوت کے عطا کردہ القاب	ڈاکٹر سید احتشام ندوی	۱۰
✿ حسن ادب کی اہمیت	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۲
✿ اسلام کا نظام طلاق	مولانا عتیق احمد بستوی	۱۵
گوشۂ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشیؒ		
✿ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۷
✿ ڈاکٹر صاحب مرحوم: کچھ یادیں	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۱۸
✿ ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی: کچھ یادیں اور کچھ باتیں	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	۱۹
✿ عام بنائج وتجربات زندگی کا نچوڑ	مولانا رضوان القاسمی، حیدرآباد	۲۲
✿ تکیہ رائے بریلی کا ایک جمعۃ الوداع	جناب بہاء الدین حیدرآبادی	۲۵
✿ ولادت کے ساتویں دن.....	مولانا خالد ندوی غازیپوری	۲۷
✿ مجلس تحقیقات ونشریات میں تعزیتی جلسہ	مولانا محمود حسن حسنی	۲۸
✿ صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ کا سفر دہلی	// // //	۲۹
✿ مسجد دارالعلوم میں تعزیتی جلسہ	ادارہ	
✿ مولانا رابع حسنی ندوی کی کتاب ''فی ظلال السیرۃ'' کی رسم اجراء	م-ح-ن	۳۱

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زرتعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

فکر امروز

''کھاؤ، پیو اور مست رہو'' کا فلسفہ

میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو راستہ ہم کو بتایا ہے، جو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اور جو کتاب آپ لے کر آئے، اس پر چل کر ہم دین ودنیا دونوں جگہ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، ہم اس کے بغیر کتنی بڑی عقلمندی سے کام لیں، کتنے فلسفی ہوں، کچھ بھی ہوں، نہ ہم اس دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور نہ اس دنیا میں ہم کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، آپ کی اطاعت ہی میں کامیابی ہے، آپ ہی کے راستے میں فوز وفلاح ہے، آپ ہی کے راستے میں سعادت ہے، آپ نے جو طریقہ بتایا ہے، اسی طریقے پر ہمارے لئے کامیابی اور نجات ہے۔

ہماری عقل ہم کو کیا سمجھاتی ہے؟ ہماری عقل ہم کو یہ سمجھاتی ہے کہ آج کے فلسفہ اور آج کل کے نظام میں، آج کل کی تربیت میں ترقی ہے، ہمارا نفس ہم کو یہ طریقہ بتاتا ہے، یہ فلسفہ دیتا ہے، علمی مسئلہ بنا دیتا ہے کہ کیسی دنیا اور کہاں دنیا کی فکر، کیا ملت کا مفاد، کیا ملت کے ارادے، کہاں کا مسلمانوں کا مسئلہ، دنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ کہاں، ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ کہاں، کھاؤ پیو مست رہو، کماؤ زیادہ سے زیادہ، کماؤ اور اولاد کے لئے زیادہ سے زیادہ چھوڑ کر جاؤ، عمدہ مکانات اور بنگلے بناؤ اور جائدادیں خریدو، باہر ممالک چلے جاؤ، کس فکر میں پڑے ہو تم، کہاں کا عقبیٰ، کہاں کی آخرت؟ اور کہاں کے ملت کا مفاد کہاں کے ملت کے مسائل، کہاں کے مسلمانوں کی فکر، اس جھنجھٹ میں اگر ہم پڑیں گے تو ہم سے نہ کھایا جائے گا، نہ پیا جائے گا۔ یہ تو تپ دق ہے، تپ دق کیوں مول لیتے ہو؟ ''کھاؤ پیو اور مست رہو'' Eat, Drink & Benew یہ جو یورپ کا فلسفہ Be merry رہنے کا جو فلسفہ ہے ہمارا نفس ہم کو یہ بتاتا ہے کہ ہمارا بڑا مسئلہ ہماری ذات کا مسئلہ ہے، قوم کا مسئلہ نہیں ہے، اجتماعیت کا مسئلہ اور ملت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ زید کا، بکر کا اور عمر کا ہے، یہ جو اکائیاں ہیں، ہم کو تجربہ بتاتا ہے کہ اکائی وہائی کچھ نہیں، بس یہی دنیا ہے، یہی آخرت ہے، یہی اچھا ہے اور یہی برا ہے اس کے نتیجہ میں کھانے کو جو کچھ بھی مل جائے اور کھانے کو تو بہت کچھ مل جاتا ہے، پہننے کو تو بہت کچھ مل جاتا ہے، مگر یہ جانور کی سی زندگی، بندر کی زندگی کیا ہے، گدھے کی زندگی کیا ہے، بھینس کی زندگی کیا ہے، کھالیا، پی لیا اور اپنے بچوں تک کی بعض جانوروں کو فکر نہیں ہوتی ایسا دیکھا گیا ہے کہ بچہ بھی اگر منہ مار رہا ہے، تو ماں اس کے منہ سے لقمہ چھین رہی ہے اسے کھانے نہیں دیتی یہ ہے حیوانیت کا فلسفہ، یہ ہمارا نفس ہم کو بتاتا ہے: ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ شیطان ان کے اعمال کو آراستہ کر کے دکھاتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ دوسروں کی فکر میں تم کیوں گھلے جا رہے ہو، ہر وقت لوگوں کے غم میں مبتلا رہتے ہو، یہ درد، یہ مرض اور یہ بیماری جس کو لگ گئی وہ گھلتا چلا جاتا ہے، اس کی ہڈی کو بھی گھلا دیتی ہے، یہ ہمارا نفس ہم کو بتاتا ہے، اور ہمارا نفس سمجھاتا ہے کہ کہاں کا مرنا اور کہاں کا جینا، ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا﴾ یہ سب کھیل ہے یہی دنیا کی زندگی ہے آج ہم زندہ ہیں کل مر جائیں گے، کہاں کے ملت کے مسائل، کہاں کی اجتماعیت، کہاں کے ملی مفاد، کیسی تعلیم وتربیت اس ملک میں کیا ہو رہا ہے، کیا ہونے والا ہے، آنے والی نسلوں کا حال کیا ہوگا، ہم پر کیا ذمہ داری ہے، ہم پر صرف اتنی سی ذمہ داری ہے کہ بس کھالیں، پی لیں، بچوں کو پڑھائیں، ان کو آگے بڑھائیں، ان کو ایک کامیاب انسان بنائیں، ان کے مستقبل کا کیا ہوگا، اس ملک میں کیا ہونے والا ہے مسلمانوں کا کیا ہونے والا ہے، اس فکر میں ہم کیوں پڑیں؟۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خبر آپ کے علم میں آہی گئی ہوگی کہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے رب کریم ان کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور ان کو ان کی حسنات اور دین وملت کے تئیں ان کی خدمات کا ان کو بھرپور صلہ دے ـــــ مرحوم ایک ڈاکٹر تھے لیکن ایک ایسے ڈاکٹر جو خود ایک ''درد'' کا شکار تھے البتہ یہ درد وہ درد تھا جو نصیب والوں ہی کو ملتا ہے اور یہ خدا کی دین اور اس کی عطا ہی ہوتی ہے ـــــ وہ درد تھا دین وملت کا درد! دین کی سربلندی اور ملت کی خیر خواہی کا کرب!! ـــــ بتانے والے بتاتے ہیں کہ ادھر آخری دنوں میں بستر مرض (بلکہ بستر مرگ کہئے) پر بھی اپنی عیادت کے لئے آنے والوں سے اپنے مرض کی نہیں بلکہ ملت کو لاحق امراض وخطرات سے متعلق گفتگو کرتے اور ان امراض کے علاج اور تدبیروں کو موضوع بناتے ـــــ دین وملت کی تئیں ان کی اس بے قراری کو آخر قرار آہی گیا اور ان کے خالق ومالک کی طرف سے انہیں اپنے حضور حاضر ہوجانے کا پروانہ اور اذن مل ہی گیا ''اللھم اغفرلہ و ارحمہ''۔

دینی تعلیمی کونسل کا یہ مرد مجاہد مدت دراز تک 'مجاہد کی اذان' پکارتا رہا، مرحوم نے اپنے لئے کام کے جو میدان چنے وہ سنگلاخ بھی تھے اور ناہموار بھی، ان کاموں میں پتہ ماری اور جگر کاوی کی ضرورت تھی دینی تعلیمی کونسل اور تعلیم نسواں ایسے میدان ہیں جو نہایت صبر آزما ہیں لیکن ان میدانوں میں ان کی کئی دہائیوں پر محیط طویل اور مسلسل جدوجہد نے ثابت کردکھایا کہ دینے والے کریم داتا اور آقا نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اخلاص واستقامت جیسی وہ عظیم صلاحیتیں عطا کی تھی جو دشت وکہسار کو آباد کردیتی اور ان کو گل وگلزار بنادیتی ہیں، دینی تعلیمی کونسل کے پلیٹ فارم سے وہ نسل نو کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کی فکر کی نہ صرف صدا لگاتے رہتے بلکہ اس صدا کو صدا بصحرا نہ ہونے دینے کے لئے مکاتب کا جال بچھا دینے کی فکر بھی کرتے رہے پھر میدان عمل کے اس مرد میدان نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور نئی نسل کی پرورش جس گود میں ہوتی ہے اس گود کو ہی ایمانی اور دعوتی بنادینے کے لئے ایک مثالی مدرسہ، طالبات کے لئے قائم کردیا ـــــ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت ایک ہشت پہلو شخصیت تھی، ایک ماہر طبیب وحاذق معالج، ایک ملی رہنما، مدبر ملت کے مدبر اور مدیر بھی کیسے؟ روایتی اور رسمی نہیں، بلکہ پڑھنے والا اگر ان کی تحریروں کو پڑھے تو اسے صاف سجھائی دے کہ زمانہ کی رفتار پر ان کی نگاہ تھی اور اس کی نبض پر ان کی انگلیاں رہتی تھیں، ان کی تحریروں سے دین وملت اور ملک وقوم کو لاحق خطرات و اندیشوں سے ان کی باخبری وآگہی کا پتہ چلتا تھا، اور ان سے مرحوم کا سوز دروں چھلکتا تھا جو ان کی فکر وتڑپ کو متعدی بنادیتا تھا، ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جن بزرگوں کی معیت اور محبت نصیب ہوئی، وہ بھی ایک بڑی نعمت تھی، ایسی نعمت جو فکر وعمل کے دھارے کو موڑ دیتی ہے اور اقبال کے لفظوں میں تقدیر کو بدل دیتی ہے چنانچہ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ کی خود نوشت سوانح ''کاروان زندگی'' کا ایک قاری کاروان ملت کی قد آور شخصیات کے جھرمٹ اور کہکشاں میں ایک شخصیت ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو بھی جا بجا سرگرم عمل اور سرگرم سفر دیکھتا ہے۔

یہ بھی جان لیجئے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے دنیا سے آخرت کی طرف انہیں مراجعت کا حکم ملا تو کون ساوقت تھا؟ تہجد کا وقت تھا! وہ جو وقت شب بیدار بندوں کے لئے اپنے رب سے سرگوشیاں کرنے اور آہ وزاری کرنے کا وقت ہوتا ہے! مولانا محمد برہان الدین سنبھلی نے مسجد دارالعلوم میں تعزیتی جلسہ میں اس کی گواہی دی کہ اللہ کے اس بندہ کی نماز تہجد حالت سفر میں بھی قضا نہیں ہوتی تھی، تو عرض مدعا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ڈاکٹر صاحب مرحوم کے کارناموں کا جائزہ لینا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ مرحوم کی زندگی کے اس پہلو کو ضرور یاد رکھے اس لئے کہ طاقت توانائی کا سرچشمہ رجوع الی اللہ اور خشیت الٰہی ہے اور آہ سحرگاہی کے بغیر کچھ ہاتھ آتا نہیں!

ڈاکٹر صاحب مرحوم سے متعلق ایک گواہی آپ نے پڑھ لی، اب دوسری شہادت بھی سن لیجئے، ڈاکٹر صاحب کے انتقال کے روز امیر شریعت مولانا نظام الدین صاحب لکھنؤ ہی میں تھے، نماز جنازہ کے بعد ان سے راقم الحروف کی ملاقات ہوئی تو انہیں متاثر پایا کچھ اس مفہوم کی بات کہی کہ ان کے ظاہر وباطن میں یکسانیت تھی۔

ڈاکٹر صاحب کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔ ع

رہے نام اللہ کا

ہم نے چاہا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دین وملت کے لئے بے لوث خدمات اور ان کی مخلص ودردمند شخصیت کو خراج عقیدت پیش کیا جائے، اگرچہ وقت مختصر تھا اور حضرت ناظم ندوۃ العلماء سفر پر تھے تاہم اس شمارہ میں ڈاکٹر صاحب مرحوم پر ہمارے تین بزرگوں کی تحریریں شامل اشاعت ہیں، انشاء اللہ آئندہ حضرت ناظم ندوۃ العلماء کا مضمون بھی قارئین ملاحظہ کرسکیں گے۔

جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، مخدوم ومربی مولانا عبداللہ عباس ندوی سفر حیدرآباد کے لئے پابہ رکاب ہیں پروگرام کے مطابق انشاء اللہ مولانائے محترم حیدرآباد سے براہ دہلی مکہ مکرمہ کے لئے ۱۲ ستمبر کو روانہ ہوں گے،

اس شمارہ میں شامل مضامین سے متعلق آپ کی رائے کا انتظار رہے گا، خدا کرے آپ ہر طرح خیر وعافیت سے ہوں۔

والسلام

آپ کا بھائی

امین شجاع

اداریہ

(مولانا) عبداللہ عباس ندوی

حکومت کی تبدیلی

ہندوستان میں یوپی کی صوبائی حکومت بدل گئی ہے، قصر شاہی کے در ودیوار وہی ہیں، کرسی بھی وہی ہے جو کل تک تھی، ہاں کرسی نشیں بدل گیا ہے، چند روز اخبارات کی سرخیاں لوگوں کی دلچسپی کا موضوع بنی رہیں، سنا ہے کہ جشن وچراغاں بہت دھوم دھام سے منایا گیا، شکست خوردہ کہئے یا ناکام طبقہ کی بدزبانیاں، بدگوئیاں اور بدگمانیاں، اپنی جگہ پر حسب دستور کام کررہی ہیں، یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا، نہ کسی کے جیتنے میں نیا پن ہے اور نہ کسی کے ہارنے میں انوکھا پن۔

•

انوکھا پن مسلمانوں کی حالت میں دیکھا جاسکتا ہے، صرف ہندوستان کی تاریخ میں نہیں بلکہ سارے عالم کی تاریخ میں۔ ایسا ان کو کبھی نہیں دیکھا گیا ہوگا، سو کروڑ انسانی افراد کی آبادی! ملک کی سب سے بڑی اقلیت! ایسا ملک جس میں ہزاروں کی تعداد میں سائنس داں، سیاست داں، فنکار، ادیب، علماء، شعراء، جس صنف کے آدمی ڈھونڈھئے ہر ساعت مل سکتے ہیں، وہ اس قدر بے دست وپا، بے اختیار، جس کو حق وعدل کا نام لینے پر قتل کی سزا دی جائے! اگر کسی پر بجلی گرے، سیلاب آئے، زلزلہ وتباہی دیکھی جائے تو کہا جائے کہ اس کے پیچھے ایک ''دہشت گرد'' قوم ہے اور وہ قوم مسلمان ہے! ان کی بستیوں کو تباہ کرنا ہو، ان کے جوانوں کو قتل کرنا ہو، ان کی تجارتوں کو مٹانا ہو تو کوئی ڈرامہ ملک کے کسی گوشہ میں کھیلنے کی دیر ہے لیکن آپس میں اکثریت کے افراد لڑ مریں تو پستول پر نشان مسلمان کی انگلیوں کا تلاش کیا جائے گا۔

•

وزارتیں بنتی رہی ہیں اور بنتی رہیں گی۔ اگر ایک ڈیڑھ وزارت مسلمان نام کے افراد کو ملی بھی تو وہ فرزند خاص دولت..... تھے وہ وصیت کرگئے کہ مرنے کے بعد نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے نہ دفن کیا جائے بلکہ جلادیا جائے اور اگر وہ مسلمان اپنی اسلامیت پر قائم رہا تو اس کے خلاف بدترین قسم کا الزام کسی آبروباختہ کے ذریعہ لگا کر رسوا کیا گیا جو اسکی شہادت کا سبب بنا۔

اتر پردیش ہندوستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اس کی مسلم آبادی کئی یوروپین ملکوں کے برابر ہے اور کئی عرب ریاستیں اس کی آستینوں میں سما جائیں وہاں مسلمان کے ووٹ کی قیمت چند میٹھے بول، ایک جنبش نگاہ یا ایک پیالی چائے!

جو لوگ اللہ رسول کی باتوں کو اوہام وخرافات کا درجہ دیتے ہیں (نعوذ باللہ) وہ دیکھ لیں کہ اللہ کے رسولؐ نے یہ جو کہا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم خاشاک کے برابر ہوجاؤ گے پوچھا گیا: یہ کیونکر ہوگا یا رسول اللہ، کیا ہم تعداد میں کم ہونگے؟ جواب ملا: نہیں! تمہارے تعداد تو اتنی ہوگی جیسے سیلاب، پھونس اور تنکوں کی تعداد ہوتی ہے۔

سخن دلنواز

اللہ چاہے گا تو مسلمان پھر ابھرے گا

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے جامعہ اسلامیہ سلطانپور میں ملت کو درپیش مختلف مسائل اور موضوعات پر اظہار خیال کیا، مولانا کی یہ تقریر افادۂ عام کی غرض سے شائع کی جارہی ہے۔
(ترتیب وپیشکش: ایثار احمد ایڈوکیٹ)

مسلمانوں کی تاریخ عظیم رہی ہے، انہوں نے عظمت حاصل کی وہ محض عظمت ہی نہیں تھی، اس کا راز یہ تھا کہ وہ ایک سیدھی سادی اور سچی زندگی گزارنے کے عادی تھے۔

کائنات کا سارا نظام اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے اور اس کے سامنے چل رہا ہے، اللہ جب کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب مہیا کردیتا ہے، اسلام کے فیضان کو وجود میں لانے کے لئے ضرورت تھی کہ اس میں کسی چیز کی آمیزش نہ ہو، لہٰذا جس وقت اسلام آیا اس وقت ایک طرف رومی حکومت تھی، جس کی ایک تہذیب، تمدن اور معیار تھا، دوسری طرف ساسانی حکومت تھی، دونوں کے پاس علم، تمدن، تہذیب، عسکری طاقت اور انتظامی صلاحیت تھی، سبھی کچھ تھا، علم وادب میں طاق تھے، طاقتور بھی تھے اور ساری دنیا میں دبدبہ بھی تھا، وہ روس و امریکہ کی طرح سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور قومیں تھیں، ان کے درمیان عرب تھے جو بالکل ان پڑھ تھے، علم سے جو قابلیت اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے اس سے ناواقف تھے، ہاں ایک نیا دین اور ایک نیا پیغام پہنچانے کے لئے جو فطری صلاحیتیں ہوتی ہیں، وہ ان میں تھیں، انقلاب انہوں نے قبول کیا، ان کی ساری ترقی اسلام کے سائے میں ہوئی۔

اسلام کا پیغام پہنچانے اور اس کی ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے عربوں نے علم سیکھا اور ڈیڑھ دو سو برس میں دنیا میں سب سے زیادہ علم عربوں کو حاصل ہوگیا، ان کو سائنس کے علوم کی جو واقفیت اور صلاحیت حاصل ہوئی اس کی بدولت وہ دنیا میں منفرد ہوگئے، علم سے ایسے آراستہ ہوگئے کہ دنیا کی ساری قومیں ان سے نیچے ہوگئیں اور ان کے پیچھے ہوگئیں۔

سات سو سال تک مسلمانوں نے بغیر کسی حریف کے علمی زندگی گزاری، چاہے وہ سائنسی میدان میں ہو یا دوسرے علوم میں جو ان کی زندگی سے تعلق رکھتے تھے، اس میں انہوں نے کمال پیدا کیا، آج بھی میڈیکل اور دیگر سائنس کے بہت سے شعبوں کا علم مسلمانوں کا رہین منت ہے، اس طرح پانچ سو سال تک عرب علمی زندگی میں منفرد اور قائد رہے۔

زوال اس طرح شروع ہوا کہ انہوں (مسلمانوں) نے علم پر توجہ دینا چھوڑ دیا اور سمجھ بیٹھے کہ جو عزت حاصل ہے، وہ ہمیشہ رہے گی جب کہ دوسری قوموں نے ترقی کرنا شروع کیا۔

پورے عالم اسلام میں مسلمانوں کو ہر طرف سے نشانہ بنایا جارہا ہے، مختلف طریقوں سے ان کی شبیہ کو مسخ کرنے کی کوشش ہورہی ہے، خاص طور سے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرکے اور لٹریچر کے ذریعے مسلمانوں کی شبیہ کو مسخ، ان کی اچھی باتوں کو بری باتیں اور نیکی کو بدی قرار دیا جارہا ہے، انہیں تخریب پسند کہا جارہا ہے اور یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ اگر ان کو چھوٹ ملے گی تو دنیا اور انسانیت کو تباہ کردیں گے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ساری دنیا کی ترقی کا خواہشمند ہے، تباہ کرنا تو دور کی بات ہے، اسلام ترقی دینے اور سنوارنے کے لئے آیا ہے، جب تک دنیا کی قیادت، طاقت، سطوت اور علم مسلمانوں کے ہاتھ تھا انہوں نے دنیا کو مالا مال کردیا۔

مسلمان بہت سے ملکوں میں پہنچے جہاں لوگ جانوروں کی طرح زندگی گزارتے تھے جنھیں تہذیب اور انسانیت سے روشناس کرایا، آدمی بننے کا سلیقہ سکھایا لیکن آج یہ سمجھا جارہا ہے کہ مسلمان بدسلیقہ ہیں، گندے ہیں، جاہل ہیں، بری حرکتوں میں مبتلا ہیں، ایسے دلائل اور ایسی شہادتیں ان کے خلاف دی جارہی ہیں جو قابل تحقیق ہیں۔

الحمد للہ مسلمانوں میں شعور بیدار ہوچکا ہے، وہ زندہ رہنے، باقی رہنے اور اپنی عظمت کو حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان زندہ ہیں اور زندگی کے سب رواں دواں ہیں، جو راستے پر چلیں گے وہ منزل پر پہنچ جائیں گے، ہر جگہ مسلمانوں کا شعور بیدار ہوچکا ہے۔ جو اصحاب شعور اور جذبے کے مالک ہیں وہ ماضی کی عزت اور عظمت کے لئے کوشش کررہے ہیں۔

اخبارات اٹھا کر دیکھئے تو انسان کا سینہ چوڑا ہوتا ہے، مختلف اور صلاحیتوں کے واقعات سامنے آرہے ہیں، نتیجہ کب نکلے گا یہ بات مستقبل کی ہے۔

حوصلہ انقلاب لاتا ہے، ایک عیسائی حکمراں کی بات جس سے حضور کی توہین ہوئی تھی، صلاح الدین ایوبی کے دل کو لگ گئی، سمجھداری اور حکمت سے کام لیا، دنیا بدل گئی اور بیت المقدس مسلمانوں کو واپس مل گیا، اس دور میں جو خبریں مل رہی ہیں کچھ مشکل نہیں کہ مستقبل شاندار ہو اور عظمت واپس آئے، ضرورت ہوشیاری اور سمجھداری کی ہے۔

بڑی طاقتیں جن کے ہاتھوں میں دنیا کی باگ ڈور ہے ایسے انتظام کررہی ہیں کہ مسلمان آگے نہ بڑھ سکیں۔

مسلمان اب تک علم میں پیچھے ہیں، تعلیم کا

.....بقیہ: صفحہ ۳۲ پر.....

تذکیر وموعظت

اپنے دل کو مخلوق کے ڈر سے آزاد کرلو

پھر کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہونچا سکے گی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک خطبہ

ترجمہ: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی

.....تو کچھ بھی نہیں نہ تیرا اسلام ہی صحیح ہوا جو بنیاد ہے اور جس پر تعمیر ہوتی ہے اور نہ تیری شہادت (توحید ورسالت) تام ہوتی ہے۔ تو کہتا ہے کہ کوئی معبود نہیں بغیر اللہ کے مگر جھوٹ کہتا ہے کیوں کہ معبودوں کا ایک بڑا گروہ تیرے قلب میں موجود ہے۔ اپنے بادشاہ اور اپنے میر محلّہ سے تیرا ڈرنا تیرا معبود بنے ہوئے ہیں۔ اپنی کمائی، اپنے نفع، اپنی طاقت، اپنی قوت، اپنی سماعت، اپنی بصارت اور اپنی گرفت پر تیرا اعتماد کرنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں۔ تیرا نفع اور نقصان اور عطا اور منع میں مخلوق پر نظر پڑنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں۔ مخلوق میں بہتیرے لوگ جو اپنے قلوب سے ان چیزوں پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ انکا بھروسہ خدا پر ہے ان کا حق تعالیٰ کو یاد کرنا محض عادت ہے اور وہ بھی صرف زبانوں سے نہ کہ قلب سے اور جب اسکی جانچ کی جاتی ہے وہ بھڑک اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کل کو ساری فضیحتیں کھل جائیں گی اور مخفیات ظاہر ہوجائیں گی تجھ پر افسوس جب تو کچھ کہتا ہے۔ تو اپنی بات کو پچ کرتا ہے۔ لا الہ۔ کلی نفی ہے اور الا اللہ کلی اثبات ہے کہ معبودیت اللہ ہی کے لئے ہے، کسی غیر کے لئے نہیں، پس جس وقت بھی تیرے قلب نے اللہ عزوجل کے سوا کسی شے پر اعتماد کیا تو معبودیت کو حق تعالیٰ کے لئے مخصوص کرنے میں تو جھوٹا بن گیا، اور وہی تیرا معبود بنا جس پر تو نے اعتماد کیا، ظاہر کا کچھ اعتبار نہیں محض زبانی کلمہ تو منافق بھی پڑھتے تھے، قلب ہی ہے جس کے ساتھ ایمان کا تعلق ہے وہی موحد ہے، وہی مخلص ہے، وہی متقی، وہی پرہیزگار، وہی زاہد وہی صاحب یقین، وہی عارف وہی عالم اور وہی سردار، باقی سب اس کے لشکر اور ماتحت ہیں، جب تو لا الہ الا اللہ کہے تو اول تو کل کر اور اسی پر اعتماد، اس کے سوا کسی پر بھروسہ مت رکھ

> تو کہتا ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے مگر جھوٹ کہتا ہے کیوں کہ معبودوں کا ایک بڑا گروہ تیرے قلب میں موجود ہے۔ اپنے بادشاہ اور اپنے میر محلّہ سے تیرا ڈرنا تیرا معبود بنے ہوئے ہیں۔ اپنی کمائی، اپنے نفع، اپنی طاقت، اپنی قوت، اپنی سماعت، اپنی بصارت اور اپنی گرفت پر تیرا اعتماد کرنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں۔

اپنے ظاہر کو شریعت کے ساتھ مشغول رکھ اور باطن کو حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ بھلائی اور برائی کے پیدا کرنے والے کے ساتھ مشغول ہو جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ اس کا مطیع ہوا، اس کی زبان اس کے حضور میں گونگی بن گئی اور وہ اس کے اور اس کے نیکوکار بندوں کے سامنے متواضع بن گیا، اس کا فکر وغم اور گریہ المضاعف ہوگیا اس کا خوف بڑھ گیا، اس کی حیا زیادہ ہوگئی اپنی گزشتہ تقصیر پر اس کی پشیمانی بڑھ گئی اور جو کچھ معرفت وعلم اور قرب ملا ہے، اس کے جاتے رہنے کا اندیشہ وڈر بڑھ گیا اس لئے کہ حق تعالیٰ فعال لما یرید ہے، جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ وہ کیا کرتا ہے، اور مخلوق سے باز پرس ہوتی ہے، عارف دونگاہوں کے درمیان متردد رہتا ہے، کبھی تو اپنی گزشتہ کوتاہی وبے حیائی وناوانی وبے باکی پر نگاہ کرتا ہے تو شرم کے مارے پگھلا جاتا اور مواخذہ کے اندیشہ سے گھلا جاتا ہے اور کبھی آئندہ کی حالت پر نگاہ کرتا ہے کہ دیکھئے مقبول ہوتا یا مردود؟ اور جو کچھ عطا ہوا ہے وہ چھنتا ہے یا اپنے حال پر باقی رکھا جاتا ہے اور دیکھئے قیامت کے دن ایمان والوں کی معیت نصیب ہوگی یا کافروں کی؟ اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”میں تم میں سب سے زیادہ حق تعالیٰ کو پہچاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں“، عارفین کے گروہ میں شاذونادر لوگ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو بجائے خوف کے امن نصیب ہوتا ہے کہ جو کچھ علم خداوندی میں ان کے لئے مقدر ہوا ہے وہ پڑھ کر ان کو سنا دیا جاتا ہے کہ وہ اپنا انجام اور وہ انعام جس کی طرف ان کو لوٹ کر جانا ہے، معلوم کرلیتے ہیں، ان کا بُن اس کو پڑھ لیتا ہے جو اس کے لئے لوح محفوظ میں مسطور ہے اس کے بعد وہ قلب کو اس سے آگاہ بنانا اور پوشیدہ رکھنے کی اس کو تاکید کردیتا ہے کہ نفس اس پر مطلع نہ ہونے پائے، اس امر کی ابتدا تو اسلام لانا، حکم کی تعمیل کرنا، ممنوع سے بچنا اور آفتوں پر صبر کرنا ہے، اور انتہا ماسوا اللہ سے رغبت کا ہٹا لینا ہے اور یہ کہ اس کے نزدیک سونا اور مٹی، مدح اور ذم، عطا اور منع، جنت اور دوزخ، نعمت اور محنت، تونگری اور افلاس، مخلوق کا وجود اور ان کا عدم سب یکساں ہوجائے، پس جب یہ بھی تام ہوجاتا ہے تو اب سب کے بعد اللہ ہی اللہ ہے (یہ بجز اس میں فنا اور مستغرق رہنے کے اور کوئی کام ہی نہیں) اس کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر اس کے سردار اور حاکم ہونے کا فرمان شاہی اس کے پاس آجاتا ہے جو کوئی بھی اس کو دیکھتا ہے وہ حق تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے نور کی وجہ سے اس کا لباس بنا ہوا ہے نفع اٹھاتا ہے، اے پروردگار ہم کو عطا فرما، دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ (فیوض یزدانی)

☆☆☆

Printed & Published by

دین و دانش

جنگ و امن کے قرآنی اصول

زیر تصنیف کتاب ''قرآن کی روشنی میں'' کا ایک موضوع

ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی

جنگ اور امن (War and Peace) زندگی کے ایسے حقائق ہیں جن سے انسان کا ابتدائے آفرینش سے واسطہ رہا ہے، مختلف اقوام و مذاہب کی مذہبی داستانیں یا خرافاتی کہانیاں (Mythologies) جنگوں کے ذکر سے بھری ہوئی ہیں، یہودیوں اور عیسائیوں کی بائبل (Old Testament)، ہندوؤں کی مہابھارت اور قدیم ترین یونانی شاعر ہومر کی اوڈیسی میں طویل جنگوں کا ذکر ملتا ہے، پانچویں صدی قبل مسیح کے یونانی مورخ ہیروڈوٹس (Herodotus) کی کتاب (The Histories) ایرانیوں اور یونانیوں کی باہمی خون ریز جنگوں کے ذکر سے معمور ہے۔

قرآن کریم جو درحقیقت اسلامی معاشرے (سوسائٹی) کی تشکیل اور انسانوں کی رہنمائی کے لیے ۲۳ سال مکہ اور مدینہ میں نازل ہوتا رہا، اس نے ان حقائق جنگ و امن پر اپنی سورتوں اور آیات میں روشنی ڈالی ہے جو مدینہ منورہ یعنی عہد نبوی ﷺ کے آخری دس سالوں میں نازل ہوئیں اور امن و جنگ کے رہنما اصول پیش کئے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ سے واقفیت رکھنے والا ہر انسان جانتا ہے کہ حضور ﷺ اور مسلمانوں کو اپنے دشمنوں یعنی کفار قریش کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت تیرہ سال تک مکہ میں ان کے ظلم سہنے کے باوجود مدینہ منورہ ہجرت کے بعد دوسرے سال ملی اور پھر مختلف برسوں میں ان کفار مکہ اور دیگر اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا سامنا کرنا پڑا جن کو غزوات و سرایا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، عہد نبوی ﷺ کے مشہور غزوات یا جنگیں غزوۂ بدر، احد، غزوۂ احزاب یا خندق، صلح حدیبیہ، غزوۂ بنی نضیر، غزوۂ خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک ہیں، ان سب کا ذکر قرآن میں کہیں تفصیل سے اور کہیں اختصار سے آیا ہے، ان غزوات کے ذکر کے ضمن میں قرآن کریم نے اسلام کے اصول امن و جنگ بھی مختلف سورتوں اور آیات میں بیان کئے ہیں، ہم ان اصولوں پر یہاں اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

۱- اسلام میں ہوس ملک گیری کے لئے جنگ جائز نہیں۔

سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ محض فتوحات اور ہوس ملک گیری کے لئے جنگ جائز نہیں، دوسرے الفاظ میں Colonisation اور Epansionism کے لئے جنگ جائز نہیں، صرف دفاعی اغراض اور ظالموں کے خلاف جنگ جائز ہے، قرآن میں مسلمانوں کو جب مدینہ پہنچنے کے بعد پہلی بار اپنے دشمنوں کے خلاف جنگ کی اجازت دی گئی تو اس میں اس اصول کی وضاحت کردی گئی، یہ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۹ اور ۴۰ ہیں:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا.....
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ.

''وہ لوگ یعنی مسلمان جن سے جنگ کی گئی اب ان کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے، یہ اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے۔''

''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے علاقوں سے ناحق نکالے گئے، صرف اس لئے نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔''

اس آیت کو کسی تشریح کی ضرورت نہیں، بات صاف ہے کہ ان کو اس لئے جنگ کی اجازت دی جارہی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور وہ اپنے شہر (مکہ) سے ظالمانہ طور پر نکلنے پر مجبور کئے گئے، اس کے بعد ہی دوسرے سال رمضان میں اسلام کی پہلی اہم جنگ جنگ بدر ۲ ہجری میں پیش آئی۔

یہاں یہ بات بہت اہم اور قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی یعنی اس جنگ سے کافی پہلے ایک Pact کے ذریعہ مدینہ میں آباد مالدار اور طاقتور یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جس کو میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جن کی رو سے مسلمان اور یہودی نئی ریاست مدینہ کے باشندے تھے، دونوں قوموں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت تھی اور مدینہ پر حملہ کی صورت میں یہودیوں پر لازم تھا کہ وہ مسلمانوں کی اپنی جانوں سے مدد کریں یعنی جنگ میں شریک ہوں اور اس کے مصارف برداشت کریں لیکن یہودی نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ کی جنگوں احد و احزاب میں شریک ہی نہیں بلکہ انہوں نے اس میثاق یا Pact کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دشمنوں کا ساتھ دیا، اسی لئے ان یہودیوں کے خلاف بھی مدینہ کے مضافات اور خیبر میں جنگ کرنا پڑی۔

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ امن اور اس کے لئے کوشش بنیادی چیز ہے اور جنگ ایک ہنگامی شے ہے۔

۲- دوسرا اصول جنگ یہ ہے کہ باہمی مشورہ کیا جائے، جنگ احد کی مناسبت سے کہا گیا ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ'' (آل عمران: ۱۵۹)

۳- تیسرا اصول یہ ہے کہ جب جنگ کا پختہ ارادہ کرلیا جائے تو پھر اللہ پر پورا بھروسہ کرنا چاہئے، تردد نہیں کرنا چاہئے، آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ ہی میں فرمایا گیا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

''(اور اے قرآن پڑھنے والے) جب تم نے عزم کرلیا تو اللہ پر توکل کرو اور اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

۴- چوتھا اصول یہ ہے کہ جنگ میں اپنی طاقت سے زیادہ اللہ کی نصرت پر بھروسہ کرنا چاہئے، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۰ میں فرمایا گیا:

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

''اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور اگر اللہ تم کو چھوڑ دے تو کون ہے جو اس کے علاوہ تمہاری مدد کرسکتا ہے؟ اور اللہ ہی پر اہل ایمان بھروسہ کرتے ہیں۔''

اپنی کثرت و طاقت کے گھمنڈ کا جو حشر ہوتا ہے اور جو مسلمانوں کو غزوۂ حنین (۸ھ) میں ابتدائی شکست کی صورت میں پیش آیا اس کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت ۲۵ میں اس طرح ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمْ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ، وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

''اللہ نے تمہاری بہت سے مواقع پر مدد کی اور جنگ حنین کے موقع پر بھی جب تمہاری تعداد کی کثرت نے تم کو غرور میں مبتلا کردیا اور یہ تعداد کی کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین اپنی تمام وسعت کے باوجود اس موقعہ پر تمہارے لئے تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔''

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جنگ حنین کے لیے میدان جنگ میں جاتے ہوئے قبیلہ ہوازن و ثقیف کے تیر اندازوں نے ان پر گھاٹیوں سے زبردست تیراندازی کی جن سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے کافروں کا للکارا:

انا النبی لا کذب انا ابن المطلب

اور اپنے چچا حضرت عباس کو جو آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑے تھے حکم دیا کہ بھاگنے والے انصار و مہاجرین کو آواز لگائیں، ان کی آواز بہت بلند تھی اور ان کے نعرے پر مسلمان واپس آئے، گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمان فتح یاب ہوئے۔

سورۂ انفال کی آیت ۴۶ میں صاف حکم ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ

''اور ان لوگوں کی مانند نہ بننا جو اپنے گھروں سے اکڑتے اور لوگوں کے آگے اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے، اور جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، حالانکہ وہ جو کچھ کررہے ہیں وہ سب اللہ کے دائرہ علم میں ہے۔''

۵- پانچواں اصول یہ ہے کہ دوران جنگ اگر مسلمان کو مشکلات پیش آئیں، وہ زخمی ہوں یا شہید ہوں تو اس سے دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ اپنے مورچوں یا پوزیشنوں پر جمے رہیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ (آل عمران: ۱۴۶)

''اور کتنے ہی انبیاء گزرے ہیں جن کے ساتھ ہوکر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، تو وہ ان مصیبتوں کے سبب سے جو انھیں خدا کی راہ میں پہنچیں نہ تو پست ہمت ہوئے، نہ انھوں نے کمزوری دکھائی اور نہ دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیکے، اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

۶- چھٹا اصول یہ ہے کہ دوران جنگ پیٹھ دکھا کر بھاگنا نہ چاہئے سوائے اس کے کہ اپنے حملے کی پوزیشن بدلنا ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (الانفال: ۱۵-۱۶)

''اے ایمان والو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو، فوج کشی کی صورت میں، تو ان کو پیٹھ نہ دکھائیو اور جو ان کو پیٹھ دکھائے بجز اس کے کہ جنگ کے لئے پینترا بدلنا چاہتا ہو یا کسی جماعت کی طرف سمٹ رہا ہو تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا، سو اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ نہایت بڑا ٹھکانا ہے۔''

۷- دوران جنگ (جہاد) موت سے ڈرنا نہیں چاہئے:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (آل عمران: ۱۵۷)

''اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہوگے یا مروگے تو وہ مغفرت اور رحمت جو تمہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہوگی اس سے کہیں بہتر ہے جو یہ (مال) جمع کررہے ہیں۔''

۸- دشمن سے مقابلہ ہو تو ڈٹ کر لڑنا چاہئے اور کثرت سے اللہ کا ذکر زبان پر ہونا چاہئے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال: ۴۵)

''اے وہ جو ایمان لائے ہو جب تمہارا کسی جماعت سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو زیادہ یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔''

۹- جنگ کے موقع پر اپنے کمانڈر کی پوری اطاعت کرنا چاہئے سوائے اس کے کہ وہ کسی حرام بات کا حکم دے اور آپس میں اختلاف نہ کرنا چاہئے، جنگ بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (الانفال: ۴۶)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو کہ تم پست ہمت ہوجاؤ

اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے، اور ثابت قدم رہو، بے شک اللہ ثابت قدموں کے ساتھ ہے۔"

۱۰- کمانڈر کو اپنی فوج کو دشمن کی سمت لڑنے کے لئے بڑھانا چاہئے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ

(انفال:۶۵)

"اے نبی مومنین کو جہاد پر ابھارو، اگر تمہارے بیس آدمی ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تمہارے سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر بھاری ہوں گے، یہ اس وجہ سے کہ یہ (کافر) لوگ بصیرت سے محروم ہیں۔"

چونکہ رسول اللہ ﷺ غزوات کے موقع پر مسلمانوں کی افواج کے سپریم کمانڈر تھے، اس لیے آپ سے یہ خطاب کیا گیا ہے، اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی فوج کے مورال کو برقرار رکھنا کتنا ضروری ہے، لازم ہے فوج کے قائدین اپنے فوجیوں کی ہمت بندھائیں اور ان کی نظر فتح پر رکھیں، کمانڈر ہی کم ہمتی اور بزدلی دکھائے گا تو اس کی فوج جنگ نہیں کر سکتی۔

۱۱- جنگ کی حالت میں زیادتیاں (Accesses) نہیں کرنی چاہئے یعنی بوڑھوں اور عورتوں اور بچوں اور دیگر سویلین کو قتل نہیں کرنا چاہئے، نہ دشمن کے مقتول فوجیوں کی لاشوں کی بے حرمتی کرنا، نہ ان کے ناک کان وغیرہ کاٹنا چاہئے، نہ سروں کے مینار بنانا چاہئے جیسے چنگیز خان اور ہلاکو خان وغیرہ کرتے تھے اور موجودہ عہد میں کمبوڈیا میں امریکہ کے حلیف پول پوٹ نے کیا جس نے لاکھوں مقتول فوجیوں کی کھوپڑیاں جمع کی تھیں، اس بارے میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۹۰ بہت واضح ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

"جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں ان سے جنگ کرو اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

۱۲- جنگ اپنے دفاع میں ہونی چاہئے، یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے یعنی ان لوگوں کے خلاف جو لوگوں کو ایمان لانے اور صرف اپنے خالق کی عبادت کرنے سے روکتے ہیں یا ایمان کے راستے میں سد راہ بنتے ہیں، اس لیے قرآن میں بار بار جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ کی عبارت اختیار کی گئی ہے، سورۃ النساء کی آیت نمبر ۷۴ میں ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

"وہ لوگ جنھوں نے دنیا کے عوض آخرت کا سودا کر لیا ہے ان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کریں اور جو کوئی اللہ کے راستے میں جنگ کرے گا اور اس میں وہ قتل ہو جائے گا یا فتحیاب ہوگا تو بہر حال میں ہم اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔"

یہی بات زیادہ تفصیل سے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں کہی گئی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ

"بے شک اللہ نے اہل ایمان سے ان کے جان و مال ان کے لئے جنت کے عوض خرید لئے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ضروری نہیں کہ سب کے سب غالب ہوں، وہ شہید بھی ہو سکتے ہیں لیکن کامیاب ہر حال میں وہی ہیں، جہاد فی سبیل اللہ کی عبارت مثال کے طور پر سورۃ الانفال کی آیات ۷۱ اور ۷۴ میں دیکھی جا سکتی ہیں، اس سے ہماری اس سابقہ بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ محض ملک گیری اور کسی ملک کی دولت لوٹنے کے لیے جنگ جائز نہیں۔

۱۳- جنگ کا مقصود دنیا کا مال و دولت یا مادی فائدہ نہ ہونا چاہئے، جنگ بدر کے قیدیوں سے حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ اور بعض صحابہؓ کی رائے کے مطابق فدیہ کی رقم لے کر ان کو آزاد کر دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ، لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

(الانفال:۶۷ و ۶۸)

"کسی نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ اس کو قیدی ہاتھ آئیں جب تک وہ ان کے لیے ملک میں ان کی خون ریزی برپا نہ کر دے، یہ تم ہو جو دنیا کے سر و سامان کے طالب ہو، اللہ تو آخرت چاہتا ہے، اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے، اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے موجود نہ ہوتا تو جو روش تم نے اختیار کی اس کے باعث تم پر ایک عذاب عظیم آ دھمکتا۔"

اللہ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ کے لئے یہ رخ اس لئے اختیار کیا گیا کہ اللہ نے اس سے قبل سورۂ محمد کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا تھا:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ

"پس جب ان کافروں سے تمہارے مقابلہ کی نوبت آئے تو ان کی گردنیں اڑاؤ، یہاں تک کہ جب ان کو اچھی طرح چور کر دو تو ان کو مضبوط باندھ لو، پھر یا تو احسان کر کے چھوڑنا ہے یا فدیہ

لے کر یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے، یہ ہے (کام تمہارے کرنے کا) اور اگر اللہ چاہتا تو وہ خود ہی ان سے انتقام لے لیتا، لیکن (اس نے تم کو یہ حکم اس لیے دیا) کہ ایک کو دوسرے سے آزمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے اللہ ان کے اعمال ہرگز رائیگاں نہیں کرے گا۔"

جہاں اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دشمن کی اچھی طرح خون ریزی نہ کر دی جائے اس وقت تک قیدی بنانا جائز نہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کو بلا معاوضہ یا فدیہ لے کر چھوڑا بھی جا سکتا ہے، اس کا اختیار حاکم وقت کو ہے۔

۱۴- جہاں اسلام نے اپنے دفاع میں اور اللہ کے راستے میں جنگ کی دعوت دی ہے وہیں ایک انتہائی اہم بات یہ کہ دیگر کمزور اور مظلوموں کی خاطر بھی جنگ کرنے کو کہا ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (النساء:۷۵)

"اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے جنگ نہیں کرتے جو دعا کر رہے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں ان ظالم باشندوں کی بستی (مکہ) سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے ہمدردی پیدا کر اور ہمارے لیے اپنے پاس سے مددگار پیدا کر۔"

یہ اس وقت کی بات ہے جب بیشتر مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے جا چکے تھے اور کچھ بے سہارا کمزور مرد، عورتیں اور بچے مکہ میں رہ گئے تھے۔

۱۵- مسلمان اللہ کے راستے میں یعنی اس کے دین کے دفاع کے لیے جنگ کرتے ہیں جب کہ کافر شیطان کی خاطر جنگ کرتے ہیں:

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (النساء:۷۶)

"جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جنھوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، تو تم شیطان کے حامیوں سے لڑو، شیطان کی چال تو بالکل بودی ہوتی ہے۔"

۱۶- میدان جنگ میں موت سے ڈرنا نہیں چاہئے، کیونکہ:

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ (النساء:۷۸)

"اور موت تم کو پالے گی تم جہاں کہیں بھی ہو گے، اگرچہ مضبوط قلعوں کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔"

۱۷- اگر دشمن صلح و امن کی بات کریں تو ان سے اس پر بات کر کے صلح و امن قائم کرنا چاہئے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(الانفال:۶۱)

"اور اگر وہ مصالحت کے لیے جھکیں تو تم بھی اس کے لیے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو، بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

۱۸- اگر دشمن کی طرف سے خیانت کر کے معاہدہ توڑنے کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کو ان کو نوٹس دے کر معاہدہ ختم کرنا چاہئے:

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (الانفال:۵۸)

"اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا خطرہ ہو تو تم بھی اسی طرح ان کا عہد ان پر پھینک دو، بے شک اللہ بدعہدوں کو پسند نہیں کرتا۔"

۱۹- اگر کوئی غیر مسلم امن پیش کرتے ہوئے اپنے اسلام کا اعلان کرے تو یہ کہہ کر اس پر حملہ آور نہ ہونا چاہئے کہ تو مومن نہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء:۹۴)

"اے ایمان والو، جب تم خدا کی راہ میں نکلا کرو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس کو دنیوی زندگی کی خاطر یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے، اللہ کے پاس بہت سامان غنیمت ہے، تمہارا حال بھی پہلے ایسا ہی رہ چکا ہے، سو اللہ نے تم پر فضل فرمایا تو تحقیق کر لیا کرو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔"

۲۰- دشمن سے بھی عہد کی پاس داری کرنا چاہئے

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا

(بنی اسرائیل:۳۴)

"اور عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کی پرسش ہونی ہے۔"

بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ (التوبہ:۱-۲)

"ان مشرکین سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان براءت ہے جن سے تم نے معاہدے کیے تھے سو اب ملک میں چار ماہ چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کے قابو سے باہر نہیں جا سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کر کے رہے گا۔"

ہم نے آخر کی ان آیتوں کی تشریح نہیں کی ہے کیونکہ وہ ترجمہ سے ہی اتنی واضح ہیں کہ ان کو کسی مزید تشریح کی اس مختصر درس میں ضرورت نہیں، اس بیان میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن اس میں جنگ و امن سے متعلق قرآن کے اہم اصولوں پر روشنی پڑ گئی ہے۔

●●●

Printed & Published By Athar Husain on behalf of

ذکر صحابہؓ

دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ القاب

پروفیسر سید احتشام ندوی
سابق ڈین وصدر شعبۂ عربی، کالی کٹ یونیورسٹی

جن لوگوں نے سیرت نبوی کا مطالعہ ژرف نگاہی سے کیا ہے وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشخاص کے کارناموں کے لحاظ سے انہیں مناسب القاب عطا فرمائے ہیں، دربارِ نبوت کے یہ عطا کردہ القاب اشخاص کے کردار، ان کی نفسیات، ان کے شخصی کارناموں اور ان کے ایمان وعمل سے نہایت مناسبت رکھتے ہیں اور اسلامی تاریخ کے اجالے میں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں، ان القاب نبوت کو سیرت کے جواہر پاروں سے تلاش کر کے ایک جگہ پیش کیا جارہا ہے، جن احوال وظروف میں یہ القاب عطا کئے گئے ان سے بھی ضمناً تعرض کیا گیا ہے تاکہ وہ احوال سامنے آسکیں جن میں یہ القاب عطا کئے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ کے اتار چڑھاؤ میں اور دعوت اسلامی کے نشیب وفراز میں جو مسلسل منازل اور مراحل طے کئے ان میں بہت سے ایسے مواقع آئے جن میں تاریخ نے نیا موڑ لیا، انسانی معاشرہ اور سماج ان سے متاثر ہوا، اور وہ قدسی گروہ صحابہ کا جو آپ کے گرد اس طرح جمع ہوگیا تھا جس طرح پروانے شمع کے گرد جمع ہوتے ہیں، ان پروانوں نے چار دانگ عالم میں خلوص ومحبت کی شمع جلائی اور یہ گروہ تاریخ کے صفحات پر ابدیت اور نشان منزل بن کر جاوداں ہوگیا اس سلسلے میں جب کسی صحابی نے اور کسی پروانۂ نبوت نے کوئی ایسا کام کیا جو غیر معمولی خلوص ومحبت اور قربانی کا تھا، تو شمع نبوت نے اس واقعہ کو ایسے عمدہ انداز سے، ایسی اعلیٰ تعبیر سے اور ایسے لقب سے فروزاں کردیا کہ آج بھی تاریخ کے اوراق صدیاں گزرنے کے بعد ان کے ذکر سے، ان کے القاب سے اور ان کی صفات سے روشن ہیں، اس سلسلے میں ان واقعات کا ایک اجمالی جائزہ لیا جارہا ہے جن میں حضور اکرمؐ نے خوش ہوکر صحابہؓ کو القاب وتوصیف سے نوازا، یہ القاب اور یہ اوصاف ہماری تہذیب اور تاریخ کا حصہ بن گئے ہیں، اور حضور کی خوشنودی اور آپ کا صحابہ کے خلوص سے متاثر ہونے کا بین ثبوت ہیں، اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کا نام آتا ہے جو اپنی بہادری، اپنی جرأت ایمانی اور اسلام سے اپنی محبت میں ممتاز تھے اور آنحضرتؐ کی ذات کا شخصی تعلق بھی ایمان کا باعث بنا، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابوجہل سب وشتم نہ کرتا تو شاید حضرت حمزہؓ کو اتنا غصہ نہ آتا اور نتیجتاً وہ ایمان کے نور سے منور نہ ہوتے، انہی حضرت حمزہؓ کو بعد میں غزوۂ احد میں سید الشہداء کا لقب ملا، اور اسلامی تاریخ کے اوراق ان کے ذکر سے روشن ہوگئے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ جب حضور کا توشہ دان لے کر غار ثور پہونچیں اور ناشتہ دان کو باندھنے کا موقع آیا تب انہوں نے یاد کیا کہ انہوں نے ناشتہ کو لٹکانے والی رسی نہیں لی، لہٰذا حضرت اسماءؓ نے ازار بند نکالا اور اس کے دو ٹکڑے کئے، ایک ٹکڑے سے ازار باندھا اور دوسرے ٹکڑے سے ناشتہ باندھ دیا، آنحضرتؐ حضرت اسماءؓ کا یہ خلوص اور یہ محبت دیکھ رہے تھے، اسی وقت سے ان کا لقب ذات النطاقین پڑ گیا اور آج اسلامی تاریخ میں یہ لقب ان کے لئے عزت وعظمت کا باعث بن چکا ہے۔

روایت کی جاتی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے معراج کا واقعہ سنا اور کافروں کو معراج کا پورا قصہ معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے، یہاں تک کہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کو حضورؐ نے معراج کا واقعہ سنایا تو بولیں کہ بس چپ رہئے، اب تک جو آپ نے کہا ٹھیک تھا، مگر اس کو سن کر کافر اور بھی حملہ آور ہوں گے اور مذاق اڑائیں گے اس کو کسی سے مت بیان کیجئے، حضورؐ نے فرمایا کہ واقعہ صحیح ہے اور میں بیان کروں گا، اب تو لوگوں نے سوچا کہ ابوبکرؓ جو حضورؐ کے بڑے معتقد، خاص دوست اور معتمد علیہ ہیں، تو وہ اس واقعہ کا انکار کردیں گے اور ممکن ہے کہ حضورؐ سے الگ ہوجائیں، چنانچہ ایک شخص بھاگا ہوا گیا اور معراج کا سارا واقعہ حضرت ابوبکرؓ سے بیان کردیا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر حضورؐ نے یہ بات بتائی ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کو صحیح مانتا ہوں، حالانکہ اب تک خود حضورؐ نے اس واقعہ کا ذکر ابوبکرؓ سے نہیں کیا تھا، یہی موقع ہے جب دربارِ نبوت سے ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب عطا ہوا اور امت میں وہ صدیق اکبر کے لقب سے جانے جاتے ہیں، حضورؐ نے یہ لقب نہایت مناسب انسان کو عطا فرمایا جو اپنے قول اپنے عمل اور اپنے اعتقاد میں واقعی صدیق اکبر تھا اور ہمیشہ صدیق اکبر رہا۔ رضی اللہ عنہ

حضرت عمرؓ جو اپنی غیرت ایمانی کے لیے پوری امت میں معروف ہیں وہ باطل کو برداشت نہیں کرسکتے تھے، حضورؐ نے فرمایا کہ اگر عمر کہیں جارہے ہوں اور ادھر شیطان آرہا ہو تو وہ اپنا راستہ بدل دیتا ہے، ان کے ایمان لانے کا قصہ معروف ہے حضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ اے خدا ابوجہل کو یا عمر کو ایمانی دولت نصیب کر کے اہل ایمان کو طاقت عطا فرمایئے، یہ خدا کا کرنا تھا کہ دعا قبول ہوئی حضرت عمرؓ کے حق میں، اور نامرادی قسمت بن گئی ابوجہل کی تا قیامت، حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لیے نکلے تو کسی نے کہا کہ پہلے اپنے بہن اور بہنوئی کو دیکھو دونوں مسلمان ہوچکے ہیں، غصہ میں وہاں پہونچے تو قرآن کی آواز سنی، پہلے تو دونوں کی خوب پٹائی کی اور خون نکال لیا، بہن بولیں کہ جو کرنا ہو کرلو، ہم تو مسلمان ہوچکے ہیں اس پر ان کو رحم آیا اور بولے کہ جو تم ابھی پڑھ رہی تھی مجھ کو بھی پڑھ کر سناؤ، بہن نے جیسے ہی قرآن پڑھا دل کے دروازے کھل گئے حضرت عمرؓ ایمان لے آئے، یہ اسلام کی تاریخ میں بڑا واقعہ تھا، جب حضرت عمرؓ مسلمان ہونے کے ارادے سے دارارقم پہونچے تو صحابہؓ نے شبہ کیا حضورؐ نے

Printed & Published By Athar Husain on behalf of Markazul Ulama at Peace Offset Printers, Hyderabad

فرمایا کہ آنے دو آتے ہی انہوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے اور صحابہ کا شبہ جاتا رہا، تمام صحابہؓ نے اتنی زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی زمین ہل اٹھی، آج کی

> حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد میں زمین پر سو رہے تھے حضورؐ وہاں پہونچے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ زمین پر لیٹے ہیں اور سو رہے ہیں تو فرمایا کہ اے ابوتراب! اٹھ جاؤ، دوبار ان کو ابوتراب (مٹی کے باپ) کہا، جب سے حضرت علیؓ کا لقب ابوتراب پڑ گیا۔

تاریخ سے تاریخ اسلام کا ایک نیا باب کھلتا ہے، انسانی تاریخ ایک نئے دور میں داخل ہوتی ہے، اور ایک ایسا شخص دین اسلام قبول کرتا ہے جو اعلیٰ ذہنی صلاحیت رکھتا ہے عظیم عبقریت کا حامل ہے، قوموں اور ملکوں کے مسائل کو سلجھانے کی طاقت رکھتا ہے اور عظیم فوجی عبقریت کا حامل ہے، آج اسلام میں ایک نیا خون داخل ہوا ہے، ایک نیا باب لکھا گیا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ انسانیت کی تاریخ میں فکر وفن، علم وحکمت، عقائد وعبادات اور سارے انسانی معاملات نے ایک نیا موڑ لیا، انہی اعلیٰ صفات کی بنا پر زبان نبوت نے اس عظیم عبقری اور اعلیٰ حکمراں کو الفاروق کا لقب عطا فرمایا، یہ لقب زبان نبوت سے ظاہر ہوا اور اس کا انطباق پوری تاریخ اسلامی پر ہوا، حضرت عمرؓ کو فاروق کہا، یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا، آپ کے آنے سے حق الگ ہوگیا اور باطل الگ ہوگیا۔

نجران کے عیسائیوں کا ایک بڑا وفد مدینہ آیا یہ وفد ۶۰ یا ۷۰ سواروں پر مشتمل تھا، عیسائیوں کے پادریوں نے حضورؐ سے مباہلہ کا دعویٰ کیا اور دعوت دی آپؐ نے قبول فرمالیا اور حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، اور خود سب کو لے کر نکلے، عیسائیوں نے جب ان فرشتہ صفت صورتوں کو دیکھا تو ڈر گئے اور بولے کہ مباہلہ نہیں کریں گے خراج دینا منظور کرلیں گے، حضورؐ نے خراج قبول کرلیا، خراج وصول کرنے کے لئے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو ان کے ساتھ کردیا اور فرمایا کہ یہ امت اسلامیہ کے امین ہیں یہ تم سے خراج وصول کریں گے، اس طرح حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا لقب امین امت پڑ گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد میں زمین پر سو رہے تھے حضورؐ وہاں پہونچے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ زمین پر لیٹے ہیں اور سو رہے ہیں تو فرمایا کہ اے ابوتراب! اٹھ جاؤ، دوبار ان کو ابوتراب (مٹی کے باپ) کہا، جب سے حضرت علیؓ کا لقب ابوتراب پڑ گیا۔

حضرت حمزہؓ کو سید الشہداء، حضرت فاطمہؓ کو سیدۃ النساء الجنۃ، حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ کو سید شباب اہل الجنۃ کے لقب سے امت یاد کرتی ہے، آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو خود قرآن نے امہات المومنین کا لقب عطا فرمایا، آنحضرتؐ نے ام المومنین حضرت سودہؓ کو طلاق دینا چاہا تو انہوں نے فرمایا کہ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن میرا شمار امہات المومنین میں کیا جائے، حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ طلاق اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، لہٰذا آنحضرتؐ نے ان کو اپنی حرم میں قائم رکھا، اور آج بھی وہ ام المومنین کے لقب سے معروف ہیں۔

غزوۂ موتہ کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی ذات سے بہت سے معجزات ظاہر ہوئے اور بہت سی غیر المعقول باتیں سامنے آئیں، سب سے پہلے تو حضورؐ نے جیش روانہ کرتے وقت تین امراء مقرر فرمائے، اس کا مطلب یہی تھا کہ یہ سب شہید ہوں گے فرمایا کہ زید بن حارثہؓ اگر کام آجائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ امیر ہوں گے اگر وہ بھی کام آجائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں گے، اگر وہ بھی کام آجائیں تو مسلمان جس کو چاہیں امیر بنالیں، ایک یہودی اس مجمع میں موجود تھا وہ حضرت زید سے بولا کہ وصیت کرتے جاؤ تم پلٹ کر واپس نہ آؤ گے اگر تمہارے نبی سچے ہیں اس لئے کہ بنی اسرائیل کے نبی جتنے امیروں کا نام لیتے تو وہ کام آجاتے، حضرت زیدؓ نے فرمایا بے شک ہمارے نبی سچے ہیں۔

موتہ کی جنگ کا سبب یہ تھا کہ حضورؐ کے ایلچی کو بصرہ کے امیر نے قتل کردیا تھا، سفیر کو قتل کرنا اصلاً اعلان جنگ ہے چنانچہ حضورؐ نے اسی کا بدلہ لینے کے لئے یہ لشکر تیار کیا ۳ ہزار کا یہ لشکر وہاں پہونچا تو ۲ لاکھ کا جم غفیر تھا، جنگ شروع ہوئی مسلمانوں میں خوب جوش تھا، پھر بھی حضرت زیدؓ شہید ہوئے پھر حضرت جعفر طیارؓ شہید ہوئے اس کے بعد تیسرے امیر عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہوگئے، حضورؐ نے اسی دن مسجد نبوی میں لوگوں کو جمع کیا اور سارے حالات جنگ کے بیان کردئے حالانکہ میدان جنگ سے طویل فاصلہ پر یہ علاقہ شام میں تھا، جب جنگ کی خبریں لے کر ایلچی آیا تو حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ میں تم کو جنگ کی خبروں سے آگاہ کروں یا تم مجھ کو بتاؤ گے؟ ایلچی بولا کہ حضورؐ ہی ارشاد فرمائیں، آنحضرتؐ نے جملہ حالات بتادئے، جس پر وہ متحیر رہ گیا۔

اسی جنگ میں حضورؐ نے فرمایا کہ جب تین امراء جیش شہید ہوگئے تو کمانڈ سنبھالی خالد بن ولید نے، وہ امیروں میں سے نہ تھے مگر وہ سیف من سیوف اللہ ہیں، اسی دن سے خالد سیف اللہ ان کا لقب ہوگیا اور یہ لقب زبان نبوت سے عطا ہوا، حالانکہ صرف ۳ ماہ ان کے ایمان لانے کو ہوئے تھے۔

حضرت جعفرؓ کے متعلق وارد ہوا کہ وہ فرشتوں کی طرح جنت میں اڑتے پھرتے ہیں اسی بنا پر حضرت جعفرؓ کا لقب طیار ہوگیا، حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا رضی اللہ عنہم۔

مبارک ہیں وہ نفوس قدسیہ جن کو آنحضرتؐ نے خوش ہوکر القاب سے نوازا اور آج وہ اسلامی تاریخ میں انہیں القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ع

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

ادب اسلامی

قرآن کریم اور سیرت نبوی میں "حسن ادب" کی اہمیت

مخدومی و مربی مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ کی تازہ تصنیف — "تاریخ تدوین سیرۃ النبیؐ" کا ایک باب ہدیۂ ناظرین ہے۔ مولانائے محترم نے ندوہ میں جمعیۃ الاصلاح کے جمالیہ ہال میں ارباب علم وفضل، حضرات اساتذۂ کرام اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں اسے پیش فرمایا۔ انشاء اللہ اس کتاب کی رسم اجراء کی تقریب شہر حیدرآباد میں اوائل ستمبر میں منعقد ہوگی۔ قارئین کی خدمت میں اس کتاب کے ایک باب کا ابتدائی حصہ پیش کرتے ہوئے ہمیں مسرت ہو رہی ہے۔

ادب وطاعت

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ادب کی تین قسمیں ہیں:

اللہ کا ادب: رسول اللہؐ اور ان کی شریعت کا ادب

اللہ کی مخلوق کا ادب:

اول: اللہ عزوجل کا ادب

اس کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ حکم الٰہی کو ہر وقت تازہ اور پائدار سمجھنا اور اس کی مخالف چیزوں سے بچنا۔

۲۔ دل کو پاک رکھنا اس کو دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دینا۔

۳۔ ارادہ کو پاک رکھنا تاکہ وہ اس چیز میں ملوث نہ ہو جو معیوب ہے۔

اللہ کے ساتھ ادب، اس کے دین کی خدمت، اس کی ذات پاک کی طرف یکسو ہو کر متوجہ ہونا، اس طرح کہ کوئی ظاہری اور باطنی حرکت تعظیم، اجلال اور شرم وحیا کے خلاف نہ ہو۔

ادب کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے اندر خدمت کا جذبہ پیدا کرنے اور کام کرنے پر آمادگی اختیار کرنا جو حصول ادب اور حصول کمال کے لئے ضروری ہے۔ اللہ نے انسان کے دل میں کمال کی طلب رکھی ہے اور اس کو استعداد اور اہلیت عطا فرمائی ہے، کہ وہ کمال حاصل کرے یہ صلاحیت اس کے اندر چھپی ہوئی ہے، جیسے کہ چقماق کے پتھر میں آگ، حصول کمال کی طلب اللہ اس کے دل میں ڈالتا ہے اور اس کو اس کی صلاحیت عطا کرتا ہے، وہی منزل تک پہنچاتا ہے، اور وہی راستہ بھی بتاتا ہے، اور اس کی طرف اپنے رسول بھیجتا ہے اور اس کی طرف اپنی کتاب بھیجتا ہے تاکہ وہ قوت جو اس کے اندر ہے وہ بروئے کار لائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ارشاد ہے:

"وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا"

(الشمس: ۷-۱۰)

"اور (قسم ہے انسان کی) جان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری (دونوں باتوں) کا اس کو القاء کیا، یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (جان) کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبا دیا۔"

اس آیت میں نفس کو پیدا کرنے اور اس کو کارآمد کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مقصود اعتدال اور تکمیل ہے پھر مطلع کرتا ہے کہ اس کے اندر یہ صلاحیت دی کہ معصیت یا تقویٰ میں سے جس کو چاہے اپنا لے، اور اس کو امتحان کی منزل تک پہنچاتا ہے، پھر اس کو مانجھ کر پاک کرنے والے (تزکیہ) کو فلاح کی بشارت دی اور ان آداب سے بہرہ مند فرمایا کہ بدقسمتی مقدر ہے اس شخص کے لئے جو اس کو دبا دے، چھپا دے، ایسے شخص کی تحقیر کی گئی، اور اس کو پست بتایا گیا، اور معصیت کے ذریعہ فنا کرنے کا اشارہ کیا گیا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم۔

اللہ عزوجل کے ساتھ رسول اکا ادب

اس جگہ پر مفسرین اس آیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ملاتے ہیں جب کہ اللہ نے اپنے نبی کو جو چاہا دکھلایا "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى" آنکھ اپنی جگہ سے ٹلی نہیں اور دیدوں نے حرکت نہیں کی، ادب کا تقاضا تھا کہ سر جھکائے تسلیم ورضا کا اظہار کرتا رہے، علمائے ادب نے یہی تعریف کی ہے اور بہترین مثال اس کو سمجھا ہے ابن تیمیہؒ نے اسی مفہوم پر زور دیا ہے۔

اس آیت میں عجیب وغریب اسرار پوشیدہ ہیں اور وہ ادب جو افضل بشر سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان تھا اس کا بہترین نمونہ ان الفاظ میں ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى (النجم: ۱۱،۱۲)

"قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو۔"

یعنی جو آنکھوں نے دیکھا اس کی دل نے تکذیب نہیں کی، اور یہ اللہ جل شانہ کے حضور غایت ادب اور کمال اطاعت کی تصویر ہے جو اس ذات سے صادر ہوئی جس کے لئے فرمایا گیا ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم: ۴)

"اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔"

انبیاء اور پیغمبروں کا اللہ عزوجل کے ساتھ ادب

انبیاء علیہم السلام نے اللہ سے کس طرح مکالمہ کیا اور کس طرح اپنی عرضداشت پیش کیں، ہر بات ادب واحترام کی روح سے بھری ہوئی ہے۔

مسیح علیہ السلام نے فرمایا:

"إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط

(المائدہ: ۱۱۶)

"اگر ہم نے کہا ہوتا تو آپ نے جانا ہوتا۔"

اللہ تعالیٰ کے حضور انہوں نے تردیدی یا انکاری جملہ نہیں کہا کہ "لم اقلہ" جب ان سے پوچھا گیا کہ:

يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ (المائدہ: ۱۱۶)

"اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے دو معبود قرار دے لو۔"

تو اس کے جواب میں انکاری جملہ بھی کہہ سکتے تھے کہ میں نے نہیں کہا، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور حسن ادب کا یہ تقاضہ تھا کہ لفظ نفی زبان سے نہ نکلے اور بات بھی پوری ہو جائے، اور ادب بھی باقی رہے، اور احترام کا تقاضہ اپنی جگہ پر قائم رہے، "إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ" بات اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کی طرف لوٹا دی، اور عبدیت کا اظہار اس طرح کیا کہ "تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي" کہ تو جانتا ہے کہ میرے دل میں کیا ہے، پھر علم غیب سے اپنی ناواقفیت اور اپنی کوتاہی علم وفہم کا اعتراف بارگاہ رب العزت میں کرنا ضروری تھا کہا کہ "وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ" پھر حق تعالیٰ جل شانہ کی عظمت وکبریائی کا اعتراف واظہار بھی ضروری تھا، تو فرمایا کہ "إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ" اور پھر اس بات کی تردید کی کہ انھوں نے احکام ربانی کے خلاف کوئی حرف زبان سے نکالا ہو، فرمایا:

"إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ"

اور یہ کہ "مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ، أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ"

اور پھر اپنی گواہی کا ذکر کیا کہ اے اللہ جب تک تو نے مجھے ان لوگوں کے درمیان رکھا اور جو کچھ بھی زبان سے نکالا اور جو لفظ بھی کہا اس سے تو خوب واقف ہے اور یہ کہ جب تک تو نے مجھے زندہ رکھا میں نے دیکھا کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں، اور جب تو نے اٹھا لیا تو ان کے اعمال اور عقیدے کی نگہبانی فرمانے والا صرف تو ہی تھا:

"وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ط (المائدہ: ۱۱۷)

"اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا اور پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا تو آپ ان پر مطلع رہے۔"

اور حق تعالیٰ شانہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے یہ کہا:

"وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ"

(المائدہ: ۱۱۷)

"اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں"

اور اخیر میں وہ بات فرمائی جس کو پڑھ کر آج بھی اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جس آیت کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو رو کر رات بھر تلاوت فرماتے رہے:

"إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ"

(المائدہ: ۱۱۸)

"اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔"

یعنی اگر تو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتے، تیری بندگی پر راضی اور تیرے حکم پر خوش ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو یہ بھی تیری شان ہے کہ اتنی معصیت اور شرک کے باوجود جب کوئی عقلی وظاہری قانون ان کی رعایت نہیں کر سکتا تھا تو نے اپنے فضل وکرم سے ان کو بخش دیا اور اس حال میں بخشنا ایک صاحب قوت وعظمت کا ہی کام ہو سکتا ہے اور وہ جو قانون کے سامنے لاچار ہو اور وہ کسی کے سامنے جوابدہ ہو اس کی مجال نہیں ہو سکتی کہ جس کو چاہے بخش دے۔

یہ آیتیں ادب واحترام، اللہ کی معرفت اور اس کے جلال کے آگے سر جھکانے کی بہترین مثال ہیں، بعض مفسرین نے جن میں طبری بھی ہیں، ان کا خیال ہے کہ سیاق آیت کا تقاضہ تھا کہ "وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" کے بجائے "فَإِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ" ہوتا مگر قرآن کریم نے إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ کہا کیونکہ یہ موقع موقعہ جلال وغضب کا ہے یہاں مالک حقیقی کے حکم کی تائید ہی کی جا سکتی تھی، غایت ادب واحترام میں بندہ نے کہا کہ اے اللہ تو صاحب سطوت وغلبہ ہے تیرا فیصلہ سب سے بڑا

Printed & Published By Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Rayabh Ali ...

فیصلہ ہے۔

انبیاء کرام کی طرف جن اقوال کی نسبت ہے اور جن کی صحت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں نازل فرمایا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۙ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ۙ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ

(الشعراء، ۷۸-۸۰)

"جس نے مجھ کو (اور اسی طرح سب کو) پیدا کیا پھر وہی مجھ کو (میری مصلحتوں کی طرف) رہنمائی کرتا ہے اور جو کہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔"

اس آیت میں مرض کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی اور یہ نہیں کہا کہ:

وَاِذَا اَمْرَضَنِیْ فَهُوَ یَشْفِیْنِ

اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ کشتی کے بارے میں ان کا یہ کہنا "فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا" میں نے ارادہ کیا کہ اس میں عیب پیدا کردوں یہ نہیں کہا "فاراد ربك ان اعیبها" اور ان دو لڑکوں کے بارے میں جن کی دیوار حضرت خضر نے از سر نو تعمیر کی وہاں فرمایا:

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا

(الکہف: ۸۲)

"سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں۔"

یہ واقعہ قرآن کے الفاظ میں اس طرح وارد ہوا ہے۔

"اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَكَانَ وَرَاۤءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا ۙ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ۙ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۙ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَیْهِ صَبْرًا ۙ (الکہف، ۷۹-۸۲)

"وہ جو کشتی تھی وہ چند آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے) دریا میں محنت (مزدوری) کرتے تھے، سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں، (اور وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے کہ ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو، اور (ماں باپ کے ساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو، اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس (دیوار) کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا (جو ان کے باپ سے میراث سے پہنچا ہے) اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے وہ) ایک نیک آدمی تھا، سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں آپ کے رب کی رحمت سے اور (یہ سارے کام میں نے بہ الہام الٰہی کئے ہیں ان میں سے) کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا (لیجئے) یہ ہے حقیقت ان (باتوں) کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔"

ان آیات میں شر کی نسبت، توڑنے اور منہدم کرنے کی نسبت، کسی بنی بنائی چیز کو خراب کرنے کی نسبت انسان کی طرف ہے، اور جہاں خیر کا معاملہ ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یہی بات آپ کو سورہ فاتحہ میں بھی نظر آتی ہے کہ "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہا کیونکہ غضب میں ڈالنا ایک جابرانہ طاقت کا مظہر ہے، اور اس سے پہلے "اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ" میں جہاں عطا کرنے کا ذکر ہے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی، اسی طرح ماقبل کی آیت میں جنوں کا یہ کہنا:

وَاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ

(الجن: ۱۰)

"اور ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے"

اس میں شر کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی گئی یہ نہیں کہا کہ "اشر اردت" یا "اراد ربك" بلکہ "اَشَرٌّ اُرِیْدَ" کہا گیا مجہول کا صیغہ ہے، حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ "القدر خیره وشره" جو مقدرات ہیں اچھے ہوں یا برے دونوں اللہ کی طرف سے ہیں مگر یہاں شر کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی گئی۔ اسی کو حسن ادب کہتے ہیں۔

(جاری) ۞ ۞ ۞

شریعت اسلامیہ

اسلام کا نظام طلاق

مولانا عتیق احمد قاسمی

طلاق ناپسندیدہ چیز

اسلام طلاق کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا مختلف احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کے انتہائی ناپسندیدہ ہونے کو واضح کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: ابغض الحلال إلی الله الطلاق

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

جس طرح انتہائی مجبوری کے بغیر شوہر کی طرف سے اقدام طلاق سخت ناپسندیدہ ہے اسی طرح معقول سبب کے بغیر بیوی کا مطالبۂ طلاق، اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرنے والا قدم ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ایما امراة سالت زوجها طلاقاً في غیر باس فحرام علیها رائحة الجنة

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: جس عورت نے بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا اس کے لئے جنت کی خوشبو حرام ہے۔ ابلیس، میاں بیوی کے درمیان تفریق سے کس قدر خوش ہوتا ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے: حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکر مختلف سمتوں میں روانہ کرتا ہے اس کا سب سے مقرب شیطان وہ ہوتا ہے جو فتنہ پردازی میں سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس کا ایک چیلا آکر اپنی کارگذاری بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ یہ کام کئے، ابلیس کہتا ہے: تم نے کوئی بڑا کام نہیں کیا، پھر ایک شیطان آکر اپنی کارگذاری بیان کرتا ہے کہ میں فلاں شخص کو بہکاتا ہی رہا یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرادی ابلیس اس شیطان کو قریب بلا کر کہتا ہے کہ تم نے کارنامہ انجام دیا ہے، ابلیس اس شیطان کو گلے لگالیتا ہے۔ (مسلم شریف: کتاب صفۃ المنافقین واحکامہم باب تحریش الشیطان)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان تفریق ایسا عمل ہے جس پر ابلیس کو بے پناہ مسرت ہوتی ہے اور تفریق کا کارنامہ انجام دینے والے شیطان کو ابلیس شاباشی دیتا ہے اسے گلے لگالیتا ہے، طلاق وتفریق پر ابلیس کے اس قدر خوش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں گھر برباد ہوتا ہے دو خاندانوں میں عداوت مستحکم ہو جاتی ہے اور ابلیس کو اس وجہ سے فتنہ پردازی اور گمراہی پھیلانے کے بے پناہ مواقع حاصل ہو جاتے ہیں۔

طلاق ایک ناگزیر ضرورت

رشتہ نکاح کا ختم کیا جانا یا طلاق دینا خواہ کتنا ہی ناپسندیدہ عمل ہو لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ عمل کبھی انتہائی ناگزیر ضرورت بن جاتا ہے، بعض اوقات میاں بیوی میں مزاجی ہم آہنگی نہیں ہو پاتی، دونوں شریف اور دیندار ہونے کے باوجود نباہ نہیں کر پاتے، کیوں کہ دونوں کے عادات واطوار اور مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے، اس طرح کے حالات میں اصلاح حال اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوششوں کے ناکام ہونے کے بعد دونوں کو جبراً نکاح کی قانونی رسی سے باندھے رکھنا نہ ان کے لئے مفید ہوگا نہ سماج کے لئے، ازدواجی زندگی باہمی الفت ومحبت اور اعتماد و تعاون کی فضا ہی میں پروان چڑھ سکتی ہے۔ بدگمانی، بے اعتمادی، نفرت وعداوت کے ماحول میں نکاح کے مقاصد کسی طرح پورے نہیں ہو سکتے۔

اس لئے اسلام نے اس طرح کے حالات میں نکاح ختم کرنے کا راستہ دکھلا رکھا ہے اور طلاق وتفریق کو ناپسند کرنے کے باوجود اس پر کامل پابندی عائد نہیں کی، زندگی کی ناگزیر ضرورتوں کو فنا نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ان کا مناسب بندوبست کیا جانا چاہئے شہر کے ترقی یافتہ اور فیشن ایبل محلوں میں بھی زیر زمین سیورلائن ڈالنی پڑتی ہے اگر کسی شہر کی بلدیہ (میونسپلٹی) فیصلہ کرلے کہ ہمارے شہر میں گندی نالیوں کی ضرورت نہیں ہے اور وہ تمام گندی نالیاں بند کرادے تو اس شہر کا کیا حال ہوگا؟ تمام سڑکیں اور راستے گندے پانی اور کیچڑ سے ناقابل عبور بن جائیں گے، بدبو اور سڑاند سے برا حال ہوگا۔

طلاق کی ضرروت کا اعتراف

سو پچاس سال پہلے اسلامی قانون میں طلاق کی گنجائش رکھے جانے کی وجہ سے جو بھی اعتراضات کئے گئے ہوں لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ جس بات کو اسلام کا عیب قرار دیا جارہا تھا وہ اس کی خوبی نکلی اور کسی نہ کسی شکل میں اسلام کے تصور طلاق کو تمام مذاہب اور قوانین نے اختیار کرلیا۔

ہندو مذہب میں (آخری صدیوں کے اس کے ترجمانوں کے بہ قول) طلاق کی گنجائش نہیں تھی لیکن بالآخر ہندوستان کی پارلیمنٹ میں ہندو اراکین پارلیمنٹ کے ذریعہ ہندو کوڈ بل منظور ہوا جس میں طلاق کی دفعہ شامل کی گئی، اگرچہ جن پابندیوں اور شرطوں کے ساتھ ہندو کوڈ بل میں طلاق کی گنجائش رکھی گئی ہے اس سے ہندو سماج کی طلاق کی ضرورتیں کماحقہ پوری نہیں ہو پارہی ہیں اس لئے بعض دفعہ ہندو شوہروں کو ناپسندیدہ بیویوں سے رہائی کے لئے تبدیلی مذہب تک کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

عیسائیوں کے یہاں طلاق کی گنجائش نہیں تھی، لیکن رفتہ رفتہ تمام عیسائی ممالک میں سماج کے مسلسل

Editor : Shamsul Haq Nadwi
Printed & Published By Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Rasul...

مطالبہ اور دباؤ سے طلاق کے قوانین منظور کرلئے گئے،
طلاق کا مطالبہ کرنے والے صرف مرد نہیں تھے بلکہ
عورتوں کی تنظیمیں اس مطالبہ میں سرگرم اور پیش پیش تھیں،
مغربی ممالک میں طلاق کی اجازت کا اختیار کورٹ
(عدالت) کے ہاتھ میں دے دیئے جانے کے باوجود
طلاق کی شرح مسلسل بڑھتی چلی جارہی ہے اور نکاح
وطلاق کھیل تماشہ بن کر رہ گیا ہے عائلی زندگی کا سکون
درہم برہم ہے۔

طلاق کا اختیار کس کو دیا جائے؟

اس بات پر تو اتفاق ہو چکا ہے کہ بعض حالات
میں طلاق ایک ناگزیر انسانی ضرورت ہے اور رشتہ نکاح
کے مکمل طور پر ناکام ہوجانے کے باوجود میاں بیوی کو
جبراً نکاح کے بندھن میں باندھے رکھنا دونوں پر اور سماج
پر کھلا ہوا ظلم ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طلاق کا
اختیار کس کے ہاتھ میں دینا قرین انصاف اور کم
ضرر رساں ہے اس سلسلے میں درج ذیل امکانات ہیں:

(۱) طلاق کا اختیار مشترکہ طور پر میاں بیوی
دونوں کو سونپا جائے، جس طرح دونوں کی رضامندی
سے نکاح وجود میں آیا تھا اسی طرح نکاح کا ختم کرنا بھی
دونوں کے باہمی مشورے اور اتفاق سے ہو، اسلامی
شریعت اس سے اتفاق کرتی ہے، اگر مرد اور عورت
باہمی رضامندی سے رشتہ نکاح ختم کرنا چاہتے ہیں تو
انھیں اس کا اختیار ہے اس کو فقہ اسلامی میں خلع کا نام دیا
گیا ہے، خود قرآن پاک اور احادیث نبویہ میں خلع کی
اجازت کا ذکر ہے لیکن اسلامی شریعت میں نکاح ختم
کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ نہیں ہے بلکہ اس کے
اور بھی طریقے ہیں جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

(۲) نکاح ختم کرنے کا اختیار تنہا مرد کو حاصل
ہو، اسلامی شریعت نے اس صورت کو اختیار کیا ہے بظاہر
یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ جو عقد نکاح مرد اور
عورت کے باہم اتفاق سے وجود میں آیا اسے ختم کرنے
کا اختیار تنہا ایک فریق (شوہر) کو دیدیا گیا لیکن مختلف
دوررس حکمتوں کے پیش نظر (جن کی کچھ وضاحت آئندہ
آنے والی ہے) اللہ جل شانہ نے طلاق کا اختیار مرد کو
تفویض کردیا، اسی کیساتھ مرد کو ہدایات دی گئیں کہ وہ
اپنے اختیار طلاق کا بیجا استعمال نہ کرے اور طلاق دینے
کا حکیمانہ طریقہ بھی کتاب وسنت میں بتایا گیا۔

(۳) تیسرا امکان یہ ہے کہ تنہا عورت کو طلاق
کا اختیار سونپا جائے، اسلامی شریعت اس سے اتفاق
نہیں کرتی، اسلامی قانون میں نکاح ختم کرنے کے سلسلے
میں عورت کو بااختیار نہیں بنایا گیا ہے اور ایسا عورت کے
مفاد میں کیا گیا ہے، عورت کو اختیار طلاق نہ دینے کے
اسباب پر آگے بحث آرہی ہے، تنہا عورت کو حق طلاق نہ
دینے کے باوجود اسلامی شریعت نے اس بات کو یقینی بنانا
چاہا تا کہ عورت پر ظلم وزیادتی نہ ہو اس لئے اگر شوہر
عورت کے حقوق ادا نہیں کرتا یا اس پر ظلم وستم کرتا ہے تو
عورت کو قاضی کی عدالت میں نالش کر کے دعویٰ ثابت
ہونے پر نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ طلاق کا اختیار نہ
شوہر کو ہو اور نہ بیوی کو بلکہ طلاق واقع کرنے یا طلاق کی
اجازت دینے کا حق عدالت کو دیا جائے شوہر اور بیوی
میں سے جو شخص نکاح ختم کرانا چاہتا ہو وہ عدالت میں جا
کر اپنے مطالبۂ طلاق کے اسباب شواہد وثبوت کے
ساتھ بیان کرے جج دوسرے فریق کو طلب کر کے رفع
الزام کا موقع دے، جج کی نگاہ میں اگر اس کا مطالبہ
معقول اسباب پر مبنی ہو تو دونوں کا نکاح ختم کردے ورنہ
طلاق کی درخواست خارج کردے۔

دور حاضر میں انسانوں کے وضع کردہ عائلی
قوانین میں عموماً طلاق کا اختیار عدالت کو سونپا گیا ہے اور
یہ دعویٰ کیا جارہا ہے کہ مرد کے ہاتھ سے طلاق کا اختیار
چھین کر عدالت کے ہاتھ میں دینے سے طلاق کی شرح
کم ہوگی، عورتوں پر مظالم کا سلسلہ موقوف ہوگا، ان کے
عائلی حقوق کا تحفظ ہوگا، اسلام اس نقطہ نظر سے اتفاق
نہیں کرتا، آئندہ اس بات کی وضاحت کی جائے گی کہ
جن ممالک میں کورٹ کے ذریعہ طلاق کا قانون ایک
مدت سے نافذ ہے ان کی جائزہ رپورٹوں سے واضح ہوتا
ہے کہ کورٹ کے ہاتھ میں طلاق کا اختیار دینے سے
طلاق کی شرح میں کمی کے بجائے اضافہ ہوا، عورتوں پر
مظالم میں کوئی کمی نہیں آئی، اس قانون سے عورتوں اور
سماج کا فائدہ کم اور نقصان بہت زیادہ ہوا۔

کیا طلاق کا اختیار عدالت کو دینا مناسب ہے؟

سب سے پہلے اس نقطہ پر گفتگو کرلینا ضروری
ہے کہ اسلامی شریعت نے طلاق کا اختیار کلیۃً عدالت
کے ہاتھ میں کیوں نہیں دیا حالانکہ یہی صورت بہ ظاہر
سب سے زیادہ معقول نظر آتی ہے، کیوں کہ شوہر اور
بیوی اس معاملہ کے دو فریق ہیں، ان میں سے ہر ایک
بعض اوقات وقتی تاثر سے مغلوب ہوکر طلاق کا مطالبہ
کرسکتا ہے، اس کے برخلاف جج ایک غیر جانبدار اور
سمجھدار شخص ہے وہی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ طلاق کا مطالبہ
کسی فوری ردعمل اور وقتی تاثر کی بنا پر ہے یا واقعتاً دونوں
کے درمیان خلیج اتنی بڑھ چکی ہے کہ اب رشتۂ نکاح باقی
رہنے کی گنجائش نہیں۔

اس نقطہ کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ضروری
ہے کہ پہلے رشتہ نکاح کی صحیح نوعیت اچھی طرح ذہن
نشیں کی جائے۔ نکاح خشک قانونی رشتہ نہیں ہے، رشتہ
نکاح کی کامیابی کا تمام تر انحصار اس پر ہے کہ میاں بیوی
کے درمیان الفت ومحبت ہو، دونوں کو ایک دوسرے پر
کامل اعتماد ہو، میاں بیوی کے درمیان الفت ومحبت،
یگانگت اور اعتماد کے بغیر محض خشک قانونی بندھن سے
رشتہ نکاح کو باقی نہیں رکھا جاسکتا اور اگر یہ بے روح
نکاح کسی طرح باقی بھی رکھا گیا تو بیش بہا نعمت اور
فرحت ہونے کے بجائے دونوں کو قید وبند اور عذاب
محسوس ہوگا۔

(جاری.....)

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

گوشہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مولانا عبداللہ عباس ندوی

۲۶ رجمادی الثانیہ کی رات عین تہجد کے
وقت ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی کا انتقال ہوگیا، انا للہ
وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر صاحب لکھنؤ کے ایک ہر دلعزیز معالج،
غریبوں اور ناداروں کے خیر خواہ، دینی اور اجتماعی کاموں
میں ہمیشہ بڑھ کر حصہ لینے والے اور پورے اخلاص کے
ساتھ ہمدردی کے ساتھ۔ وقت بھی لگاتے اور پیسے بھی
لگاتے اور جسمانی مشقت بھی برداشت کرتے تھے،
انہوں نے مسلمان بچوں کی تعلیم کی خاطر ''دینی تعلیمی
کونسل'' میں حصہ لیا گاؤں گاؤں اپنی گاڑی پر رہنمایان
ملت کو بٹھا کر لے گئے انہوں نے کونسل کا علمی اور عملی
وقار بڑھانا اور اس کو کارآمد بنانا اپنی زندگی کا مقصد بنالیا
تھا، یوپی کے بڑے بڑے شہروں میں خاص طور پر علی
گڈھ بستی اور لکھنؤ میں اس کے بڑے بڑے جلسے کرائے
کامیابی صرف جلسوں کی نہیں ہوئی بلکہ اس کام کی بھی
ہوئی جس کو لے کر وہ اٹھے تھے، اسی کے ساتھ ساتھ ان
کی زندگی کا ایک روشن کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے
مسلمان بچیوں کی تعلیم کی اہمیت محسوس کی اور اس کے
لئے پہلے مکانات میں مکتب قائم کئے اور جگہ نہ ملی تو گھر پر
بچیوں کی تعلیم گاہ اور دارالاقامہ بنایا اور مرنے سے پہلے
''مہت منّو'' میں باغات قربان کر کے ایک یونیورسٹی
بنا ڈالی اور اپنی زندگی ہی میں اس کو ہندوستان کی ایک
کامیاب درسگاہِ نسواں بنادیا، جس کے اندر دینی تعلیم
مکمل وباضابطہ نصاب کا جز قرار پائی، اور چند سال سے
اس میں بچیوں کے لئے کمپیوٹر کا سنٹر شروع کیا جو ترقی
کرلیا، جو ابھی تک قائم ہے۔ انشاء اللہ ان کے
اپنے ذمہ لی، صرف اشاعت ہی نہیں بلکہ اس کے ایڈیٹر،
مضمون نگار، اور مالی مددگار سب کچھ ڈاکٹر صاحب تھے،
لکھنؤ اور لکھنؤ سے باہر جہاں بھی دینی صحافت، دینی تعلیم
اور تعلیم نسواں کا چرچا ہوگا ڈاکٹر صاحب کا نمونہ عمل
رہبری کرے گا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی پرتاپگڈھ
کے ایک دینی خاندان کے ایک معزز گھرانے کے فرزند
تھے، جب وہ پرتاپگڈھ سے لکھنؤ آکر قیام پذیر ہوئے تو
میں نے ان کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ کسی
ہومیو پیتھک کالج میں لیکچر دیا کرتے تھے، پھر وہ حضرت
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں
پابندی سے آنے جانے لگے، تعلقات، ندوہ کے اساتذہ
سے دوستانہ اور محبانہ قائم ہوگئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ
اسی ندوی خاندان کے ایک فرزند ہیں ۱۹۶۲ء میں جب
حضرت مولانا قدس سرہ ڈاکٹر سعید رمضان کی دعوت پر
جینوا گئے اور وہاں سے نکل کر لندن اور اسپین کے سفر پر
روانہ ہوئے تو ڈاکٹر صاحب حضرت مولانا کے رفیق سفر
اور قوت بازو تھے، میں نے ان کو زیادہ قریب سے اسی
زمانہ میں دیکھا، اس وقت ڈاکٹر صاحب کا علم، تقویٰ
برگ وبار لا چکا تھا۔ چہرہ خوبصورت داڑھی سے شاداب
تھا، اور وضو کے پانی نے ان کی نورانیت کو بڑھا دیا تھا،
ڈاکٹر سید عبدالعلی سابق ناظم ندوۃ العلماء کی وفات کے
بعد ان کے مطب کو چلانا شروع کیا اور مرحوم مولانا محمد
میاں کو علمی اور دینی صحافت کے لئے یکسو ہونے کا موقع
دیا، کچھ عرصہ کے بعد نخاس میں اپنا مطب مستقل قائم
صاحبزادے ڈاکٹر شعیب قریشی اپنے والد کی روایات کو
باقی رکھیں گے۔

ڈاکٹر صاحب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں،
انہوں نے ہزاروں صفحے پڑھے اور سیکڑوں صفحات لکھے،
ان کی کتاب زندگی تکمیل پا چکی اور وہ بارگاہ رب العزت
میں سر جھکائے منتظر کرم کھڑے ہیں، ان کے جاننے
والے ہزاروں تھے، سبھوں کے لب پر ان کے لیے دعا
ہے کہ اے اللہ! اپنے اس بندۂ مزدور کی مزدوری عطا
فرمادے، آج وہ نہ ڈاکٹر ہیں اور نہ قریشی، نہ کسی اخبار
کے ایڈیٹر اور نہ کسی اسکول کے مانیٹر، ہڈی اور چمڑے
میں ملبوس ایک روح ہے، جس کے لیے سب دعا گو ہیں
کہ تو اسے رحمت سے نواز، اپنے آغوش لطف وکرم میں
لے لے!!

ڈاکٹر صاحب نے اپنے پیچھے دین دار اور
صالح، سمجھ دار اور ذمہ دار قسم کے فرزند چھوڑے ہیں، یہ
سب ماشاء اللہ تعلیم یافتہ ہیں، اپنے باپ کے نقش قدم پر
ہیں، بیٹیاں بھی صالحات، مومنات، قانتات ہیں، یہ
سب ڈاکٹر صاحب کی کمائیاں ہیں اور ان کے عمل خیر کو
ہمیشہ باقی رکھیں گی۔ ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ بھی ان
کے تمام علمی ودینی کاموں میں ان کے لیے قوت بازو بنی
رہیں، اس لیے آج کہا جاسکتا ہے:

دعائے نالۂ احباب پیچھے پیچھے ہے
کسی کا گریۂ بے تاب پیچھے پیچھے ہے

اور یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ حدیث میں
آتا ہے ''بندۂ مومن کا اجر ختم نہیں ہوجاتا بلکہ ترقی پذیر
رہتا ہے'' جسم کا حال تو اللہ جانے مٹی سے اٹھا اور مٹی میں
واپس لے جایا گیا لیکن اس میں روح ڈالنے والی ذات
پاک ہمیشہ قائم ودائم ہے۔ ''لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ''
اور قائم ودائم رہے گی۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم

﴿ کچھ یادیں ﴾

پروفیسر وسیم احمد صدیقی

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کو یہ ایک ایسے آدمی کا خراج عقیدت ہے جو شخصی طور پر ان کے بہت قریب نہ تھا لیکن جس نے ان کے کارناموں کو گو دور سے دیکھا مگر اس کے اثرات کو قریب سے محسوس کیا اور ملّت پر ان کے احسان کا پورے طور پر قدر دان ہے، ملّت کے بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم اور ملّت کے بیٹیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم ایسے کام ہیں جن کو ان سے پہلے وہ توجہ نہیں ملی تھی جس کی ضرورت تھی لیکن جب ملّت کے اس زعیم نے یہ کام اپنے ہاتھ لیا تو پھر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔

ادھر اردو کے اخبارات ان خبروں سے بھرے رہتے ہیں کہ آج مرحوم کے لئے تعزیتی جلسہ کہاں ہوا، کس طرح ان کے کارناموں کا ذکر ہوا، کیسے تعریف کے کلمات ان کے لئے کہے گئے اور کس طرح ان کے لئے دعا کی گئی، مرحوم تو ان سے بے نیاز اپنے نفسِ مطمئنہ کے ساتھ اللہ کے مخصوص بندوں میں شامل ہوگئے اور اس کی جنت میں داخل ہوگئے، جنت میں داخل ہونے کی بات سے مجھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بات یاد آئی جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور گھر والے بے قرار ہوئے تو کہنے لگے کیوں، ہم جہاں جارہے ہیں وہاں حضور اکرم ﷺ سے ملاقات ہوگی، اپنے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی اور ساتھیوں کے نام انھوں نے باقاعدہ گنائے، چونکہ یہ بات میں اپنے حافظہ سے لکھ رہا ہوں اس لئے ناموں کا ذکر نہیں کررہا ہوں مبادا کوئی غلطی ہوجائے۔ ڈاکٹر صاحب کی روح مبارک بھی ایسے گوشہ میں پہنچی ہوگی جہاں جناب عدیل عباسی صاحبؒ، مولانا محمود الحسن عثمانیؒ، حضرت مولانا علی میاںؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور ایسے ہی برگزیدہ حضرات کی ارواح مبارکہ ہوں گی اور انھوں نے اپنے نووارد کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب کا کام معمولی نہ تھا، بچوں کی دینی تعلیم تو ان کی زندگی کی عمارت کے لئے خشتِ اول ہوتی ہے، اسی وقت ان کا مزاج بھی بنتا ہے پھر تو ساری عمر فکر معاش میں گزرتی ہے، نہ معلوم کتنے ایسے ہوتے ہیں جن کو بعد میں نہ عصری تعلیم ملتی ہے نہ مذہبی یہ بچپن ہی میں جو سیکھ گئے، سیکھ گئے اور جو پاگئے پاگئے، ڈاکٹر صاحب نے اس پر توجہ کی اور حق ادا کردیا، پھر لڑکیوں کی تعلیم، میں نے اکثر بہت سمجھ دار لوگوں میں اس طرف سرد مہری دیکھی، دماغ انھی اندیشہ ہائے دور دراز میں لگا رہتا ہے کہ گھر سے باہر نکلنے اور مدرسہ آنے جانے میں کیا قباحتیں ہوتی ہیں، ایسے ہی فرضی وہموں میں مبتلا رہتے ہیں اور اعلیٰ دینی تعلیم کو غیر ضروری سمجھتے ہیں، میں نے یہ بیان واقعہ کیا ہے، تبصرہ مقصود نہیں ہے مگر کیا یہ بات صحیح نہیں ہے کہ وہ گھر جنت نشان ہے جہاں مائیں علوم دین کی واقف کار بلکہ عالمہ ہوں، بچوں کے لئے ان کی گود کیسی مبارک اور مسعود ہوگی، اس ضمن میں ایک واقعہ کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ایک مرتبہ میری اہلیہ ایک شادی سے بہت جوش وخروش کے ساتھ لوٹیں اور انھوں نے ڈاکٹر صاحب کے مدرسہ کے متعلق اطلاع حاصل کرنی چاہی، پتہ چلا کہ وہاں محفل میں صوبۂ بہار کی ایک بزرگ خاتون آئی تھیں جن کو اپنے بیٹے کے لئے دلھن ڈھونڈھنی تھی اور وہ چاہتی تھیں کہ ڈاکٹر صاحب کے مدرسہ کی کوئی فارغ التحصیل ملے، ہوا یہ تھا کہ ان خاتون کے گھر کے قریب کوئی خواتین کا جلسہ ہوا تھا اور وہاں ایک لڑکی نے ایسی اچھی تقریر کی کہ سب لوگ دنگ رہ گئے، اب ان خاتون کو اسی مدرسہ کی لڑکی چاہئے تھی، خدا جانے ان کو لڑکی ملی کہ نہیں مگر ڈاکٹر صاحب کے مدرسہ کو وہ غیر شعوری طور پر بہترین سرٹیفکیٹ دے گئیں۔

میں نے لکھا ہے کہ مجھے ڈاکٹر صاحب سے شخصی قربت نہیں حاصل تھی لیکن ایسا بھی نہیں کہ میرا حصہ صرف دور کا جلوہ رہا ہو۔ دور کا جلوہ تو اس وقت شروع ہوگیا تھا جب میں نے ان کو ڈاکٹر عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطب میں ان کی کرسی پر بیٹھا دیکھا، وہ مطب بھی کررہے تھے اور اپنے پسندیدہ مشغلہ یعنی ابتدائی دینی تعلیم کی طرف متوجہ تھے، ندوہ کا کوئی طالب علم، کوئی استاذ اگر علاج کے لئے پہنچا تو دوا کی قیمت نہیں لیتے تھے، ندوہ کے طالب علموں کو ان کی وضع سے پہچان لیتے تھے اور پوچھتے بھی نہیں تھے کہ کہاں پڑھتے ہو یہ سلسلہ تاعمر چلا یعنی اس وقت تک جب کہ وہ بیماری سے ٹوٹ نہیں گئے اور پریکٹس بند کردی۔

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انھوں نے یورپ کا سفر کیا اور وہاں دین کے کام دیکھے جہاں دین کی زیادہ اہمیت نہ تھی۔ اپنے شہر میں تو انھوں نے علم کا بازار گرم کردیا۔ اسلامیہ کالج کے منیجر رہے، ندوہ کی مجلسِ انتظامیہ کے اہم ممبر، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کے روح رواں۔ نہ معلوم کتنے مدرسوں کے سرپرست۔ دینی تعلیمی کونسل کے سکریٹری، غرض جہاں بھی رہے فعال رہے اور سربلند۔ فیض کا دریا بہاتے رہے، دینی تعلیم کے سلسلے میں شہروں شہروں سفر کئے، شاہجہانپور میں اپنے کالج کی ملازمت کے دوران ایک مرتبہ بالکل بے سان گمان سڑک پر ملاقات ہوگئی، معلوم ہوا اسلامیہ انٹر کالج میں جلسہ ہے اور اس کا انتظام ان ہی کے ذمہ ہے، اپنی لاعلمی پر سخت شرمندگی ہوئی پھر انھی کے ساتھ رہا۔

ندوہ میں ملاقات ہوئی۔ میں ریٹائر ہوکر آگیا تھا، وہ جلسہ اور ملاقات انھیں بخوبی یاد تھی، اس کا ذکر محبت سے کرتے رہے، ندوہ میں بھی جلسہ تھا، دورانِ گفتگو میں نے کہا کہ یہ چراغ تو آپ ہی کا روشن کردہ

بقیہ صفحہ ۲۴ پر

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی

کچھ یادیں اور کچھ باتیں

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اپریل ۱۹۵۶ء کی ابتدائی تاریخوں میں دمشق کے سفر پر روانہ ہوئے تھے، یہ سفر دمشق یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے صدر جناب ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ہوا تھا، انہوں نے تاریخ اسلام میں دعوت وعزیمت کی علمبردار شخصیتوں کے موضوع پر محاضرات دینے کے لئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا تھا، اس سفر کے نتیجہ میں ممالک شام وعرب میں ندوۃ العلماء اور اس کے پیغام وکردار کا تعارف بڑے پیمانہ پر ہوا، اور وہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں ندوہ سے استفادہ کرنے اور اسلام پسند عرب نوجوانوں کو بغرض تعلیم یہاں بھیجنے کا داعیہ پیدا ہوا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سفر دمشق سے دو سال قبل شیخ علی طنطاوی شام سے اور شیخ امجد الزھاوی عراق سے ایک وفد کی شکل میں ندوہ تشریف لاچکے تھے اور انہوں نے ندوہ سے متعلق اپنے تاثر کا نہ صرف اظہار کیا تھا بلکہ اپنی تقریر میں یہاں تک کہا تھا کہ ندوۃ العلماء کے قلعہ کو دیکھ کر میرے دل کے اندر ایک امنگ پیدا ہوئی اور جی چاہا کہ کاش میں عہد جوانی کی طرف لوٹ جاتا اور بحیثیت ایک طالب علم کے یہاں سے منسلک ہوجاتا، ان کی یہ تمنا نہ صرف ایک وقتی مناسبت کی بنا پر تھی بلکہ انہوں نے اپنے ملک واپس جانے کے بعد ندوۃ العلماء کے بارے میں اپنے بہترین تاثرات کا برملا اظہار کیا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ہر ملاقات میں اس کا ذکر بھی کیا کرتے تھے، دمشق یونیورسٹی کی کلیۃ الشریعۃ کی طرف سے ندوہ کے تین طالب علموں کا دراساتِ عُلیا کے سلسلہ میں تعلیمی وظیفہ منظور ہوا اور یہاں سے تین ہونہار طالب علموں کا انتخاب ہوا جو دمشق یونیورسٹی کی شریعت کالج میں داخل ہوئے، اور بڑی حد تک ان سے ندوہ کی نمائندگی بھی ہوتی رہی،

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دمشق سے واپسی کے بعد وہاں کے ایک سربرآوردہ عالم دین محمود الحافظ صاحب اپنے صاحبزادہ محمد محمود الحافظ کو ندوہ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے لے کر آئے، تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا زبردست استقبال کیا اور ان کی تعلیم کا نقشہ بھی تیار کردیا، ان کی آمد کی خبر جب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کو ہوئی تو وہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ایماء پر ندوہ تشریف لائے، اور ان سے آنے والے مہمان کا تعارف ہوا، اس کے بعد برابر ڈاکٹر صاحب نے ان سے رابطہ رکھا اور اکثر وہ ان سے ملنے کے لئے بھی آتے تھے اور ان کو ہر طرح سے مانوس کرنے کے لئے اکثر ان کی دعوتیں کرتے اور اپنے گھر ''کرامت منزل اکبری گیٹ'' بھی لے جایا کرتے تھے۔

محمد الحافظ صاحب عربی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتے تھے، ڈاکٹر صاحب عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مجھ کو اپنے ساتھ لے لیا کرتے تھے تاکہ میں ترجمانی کا فریضہ انجام دے سکوں، اس واقعہ کے کچھ دن بعد استنبول (ترکی) سے بھی ایک طالب علم دارالعلوم میں داخلہ کے لئے آئے، ان کا نام ''یوسف قرہ جی'' تھا، ان سے بھی ڈاکٹر صاحب نے ان سے رابطہ رکھا اور اکثر وہ ان سے ملنے کے لئے اکثر ان کی دعوتیں کرتے اور اپنے گھر ''کرامت منزل اکبری گیٹ'' بھی لے جایا کرتے تھے۔

یہ ہے ڈاکٹر صاحب سے میرے تعلق کی ابتداء اور جوں جوں ڈاکٹر صاحب کے تعلقات ندوہ اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خاندان سے وسیع ہوتے گئے، اور ڈاکٹر صاحب کی دینی اور ملی سرگرمیاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی اور سرپرستی میں پھیلتی گئیں ان سے میرا تعلق بھی مضبوط ہوتا گیا، یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب اپنی طبی تعلیم کی تکمیل کے لئے ۱۹۵۷ء میں لندن گئے، جہاں انہوں نے نیشنل ڈی، ایف (D.F) کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۵۸ء میں وہ ڈی، ایف (D.F) کی ڈگری لے کر واپس آئے اور اکبری گیٹ پر اپنا ذاتی مطب بھی باقاعدہ شروع کردیا، اسی کے ساتھ نیشنل ہومیو پیتھک کالج لکھنؤ میں ایک استاذ کی حیثیت سے ملازمت بھی اختیار کرلی، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے تمام اوقات حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کی رہنمائی اور سرپرستی میں دینی اور ملی کاموں میں صرف کرنے لگے یہاں تک کہ ۳۰/۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کو ایک صوبائی کانفرنس جناب قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم کی دعوت پر ''بستی'' میں منعقد ہوئی، اس میں صوبے کے مختلف مکاتب خیال سے تعلق رکھنے والے وہ تمام حضرات جمع ہوئے جن کو مسلمانوں کی نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے بارے میں ایک فکر دامن گیر تھی اور ان کے دینی اور ملی سرمایہ کو ان تک پہونچانے اور ان کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کرنے کے بارے میں وہ حد درجہ بے چین اور فکرمند تھے ان میں مذکورہ ناموں کے علاوہ جن لوگوں کے نام خاص طور پر سرفہرست ہیں وہ مولانا محمود الحسن عثمانی (والد ماجد ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی) اور وکیل جناب ظفر احمد صدیقی صاحب، جناب ریاض الدین صاحب نہ صرف قابل ذکر ہیں بلکہ قابل تقلید ہیں، اس کے نتیجہ میں ایک ''دینی تعلیمی کونسل'' کا قیام عمل میں آیا، اس لئے کہ ملک کی تقسیم کے بعد مسلمانوں کے لئے دینی لحاظ سے سب سے زیادہ سنگین اور باعث فکر یہی مسئلہ تھا کیونکہ جبری تعلیم کی ابتدا حکومت کی طرف سے ہوچکی تھی اور اس

میں حکومت کا بنایا ہوا نصاب تعلیم بچوں کو پڑھانا ضروری تھا، اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ مسلمان بچے دینی تعلیم اور ایمان وعقیدہ کی نعمت سے محروم رہ جائیں۔

اس دینی تعلیمی تحریک میں ڈاکٹر قریشی نے نہایت جوش کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کے ایک اہم رکن کی حیثیت اختیار کرلی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس کام میں لگ گئے، اور اخیر تک پوری سرگرمی کے ساتھ اس میں منہمک رہے، کام کی اہمیت پر اپنے تأثر کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر قریشی نے لکھا ہے کہ:

''موجودہ نظام تعلیم جو اس وقت ہمارے ملک میں رائج ہے مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے انتہائی تشویشناک، پیچیدہ اور خطرناک ہے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے دینی تعلیمی کونسل کے صدر کی حیثیت سے اس مسئلہ کی اہمیت اور ضرورت پر بے شمار تقریریں کی ہیں، جو اس اعتبار سے بے حد اہم ہیں کہ ان میں قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں وقت کے اس اہم ترین مسئلہ کا پورا جائزہ لیا گیا ہے، خطرناک پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے، اور مسلمانوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے۔'' (تکبیر مسلسل ص/۸۶)

غالباً ۱۹۹۷ء میں حکومت اتر پردیش کی طرف سے صوبہ کو ہندو دیو مالائی تعلیم وثقافت کا تابع بنادینے کے اقدامات جب کھل کر سامنے آگئے، اور وندے ماترم کا تمام اسکولوں میں پڑھنا، ہندوستان کی تصویر پر پھول چڑھانا اور ادب سے سر جھکانا لازمی قرار دیا گیا تو اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے ۸ر فروری ۱۹۹۸ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سلیمانیہ ہال میں ایک نمائندہ اجلاس منعقد ہوا، جس میں صدر کونسل حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''آج بھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، عزم کی ضرورت ہے، دنیا ایک طرف ہوجائے لیکن ہم اپنے عقائد اور اپنی خصوصیات کے ساتھ رہیں گے''، انہوں نے یاد دلایا کہ ملک کی آزادی کی جد وجہد میں مسلمانوں نے صرف حصہ ہی نہیں لیا بلکہ اس کی ابتداء کی انہوں نے ٹیپو سلطان اور رائے بریلی کے سید احمد شہیدؒ کا حوالہ دیا۔

مولانا علی میاں نے کونسل کے ارکان سے کہا کہ وہ ملک میں طوفانی دورہ کریں، ایک زلزلہ پیدا کردیں اور بیداری پیدا کریں، بے شک اپنا کام عزم کے ساتھ اور مثبت انداز میں کریں، منفی انداز میں نہیں، نہ مخالفت کے جذبہ کو پیدا کرنے والے انداز میں۔

کونسل کے اجلاس میں جس میں ریاست بھر کے اضلاع سے بڑی تعداد میں اراکین کونسل، خصوصی مدعوئین اور ممتاز شخصیات نے شرکت کی، کونسل کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے کونسل کی سرگرمیوں پر ایک رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ کس طرح سے ریاست کے ایک لاکھ سے زیادہ پرائمری اسکولوں میں چور دروازے سے ہمارے عقیدہ کے خلاف باتیں مسلط کی جارہی ہیں، سنسکرت لازمی کی جارہی ہے، جو سوائے یوپی کے اور ملک کے کسی صوبہ میں لازمی نہیں ہوئی، جو سرکاری طور پر نہیں ہوسکتا اس کے لئے نجی ایجنسیوں کی مدد لی جارہی ہے اور کہا کہ سرکاری اداروں کو نجی تنظیموں کے ذریعہ کچھ کرنے کا حق نہیں ہے، اور اگر ہے تو دوسری تنظیموں کو بھی ملنا چاہئے۔

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ایسے عدالتی حکم موجود ہیں، جن میں ایسی کوئی بات کرنے سے روکا گیا ہے جو کسی عقیدہ کو ٹھیس پہنچائے، انہوں نے بتایا کہ مہاراشٹر میں اردو اور دیگر میڈیم کے اسکولوں کے اخراجات سرکار پوری کرتی ہے کسی دوسری ریاست میں اقلیتی اداروں کو تسلیم کرنے میں دشواری نہیں ہے اور نہ کسی ریاست میں سنسکرت ضروری ہے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی درخواست پر کونسل کے سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے جو کاروائی چلا رہے تھے، وندے ماترم کے پس منظر کو تفصیل سے پیش کیا۔

ڈاکٹر قریشی نے اس موقع پر کہا کہ دینی تعلیمی کونسل ہی صرف اس کی ذمہ دار نہیں ہے کہ عقیدہ کی حفاظت کرے، اور یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا کہ ''ہمیں فرصت نہیں'' یہ طرز عمل غلط ہے یہ مسئلہ سب کا ہے اس کے لئے ایک مربوط نظام کی ضرورت ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج کی حکومت کل نہیں رہے گی اس لئے کسی سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں لیکن ضمیر فروشی نہیں کرنا چاہئے، ہمیں اسلامی تشخص کو ہر قیمت پر باقی رکھنا ہے۔

ڈاکٹر قریشی نے زور دے کر کہا کہ ہماری سرمایہ کاری سب سے زیادہ تعلیم پر ہونا چاہئے لڑکیوں کی تعلیم پر، تکنیکی تعلیم پر، دینی تعلیم پر اور بالغوں کی تعلیم پر۔ (تکبیر مسلسل ص/۱۱۶)

ڈاکٹر صاحب اپنی تمام مصروفیتوں کے باوجود دینی تعلیمی کونسل کے ساتھ ہر اعتبار سے پوری دلچسپی اور اپنی جملہ توانائیوں کے ساتھ وابستہ رہے، اور سکریٹری جنرل کا عہدہ سنبھالنے کے بعد مزید ان کا عملی تعلق بڑھا، اور وہ دم آخر تک اس عہدہ پر قائم رہے، اور شدید علالت بھی اس راہ میں حائل نہ ہوسکی۔

کونسل کے کاموں کے لئے وہ برابر سفر کیا کرتے تھے، مختلف علاقوں میں اس کی صوبائی کانفرنسیں منعقد کراتے تھے، اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ان میں شرکت کی گذارش کرتے تھے اور ان کے لئے آرام دہ سفروں کا انتظام بھی کرتے تھے، جہاں کہیں کونسل کا کام کمزور ہوتا نظر آتا وہ فوراً وہاں کے لوگوں سے رابطہ قائم کرتے تھے اور سفر کرکے وہاں جاتے تھے اور کونسل کے کام کو تقویت پہونچانے کے لئے ہر سطح پر لوگوں کو آمادہ کرتے تھے، اپنی شدید علالت کے زمانہ میں بھی وہ بدستور اپنے اس عہد پر قائم رہے، اور بیماری

کی فکر سے بہت زیادہ کونسل کو مضبوط بنانے اور اس میں تحریکی روح پھونکنے کی فکر میں بے چین رہے، میں جب بھی ان کی عیادت کے لئے گیا تو کبھی انہوں نے اپنی کسی تکلیف اور بیماری کا ذکر نہیں کیا، بلکہ وہ ملت کے مسائل اور خاص طور سے اس ملک میں مسلمانوں کے کردار، علماء کی ذمہ داری اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کی اہمیت کا ذکر کرتے تھے، ان کی روح کس قدر بے چین تھی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

کئی بار کونسل کے کسی اجتماع یا کنونشن میں شرکت کے لئے میں نے بھی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سفر کیا، اور ملت اسلامیہ کے لئے ان کی تڑپ کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا، ان کے جنرل سکریڑی کے دور میں جناب ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور ایام علالت میں خاص طور سے وہ کونسل کے جملہ ضروری کاموں کو انجام دیتے رہے، اسی کے ساتھ جناب حبیب اللہ اعظمی کی خدمات دینی تعلیمی کونسل کے میدان میں ناقابل فراموش ہیں، انہوں نے کونسل کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے زبردست خدمات انجام دیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملت کے مسائل کے سلسلہ میں بے شمار اندرون ملک کے اسفار کئے اور بیرون ملک بھی کئی بار سفر میں ساتھ رہے، اور یورپ کا سفر جس میں اسپین کا دورہ ہوا، خاص طور سے ایک یادگار سفر ہے، ڈاکٹر صاحب نے اپنی فہم وبصیرت سے لوگوں کو فائدہ پہونچایا، وہ اس حد تک بے لوث اور بے غرض تھے کہ کسی ذاتی فائدے یا اپنا یا اپنے کسی قریب وعزیز کا مستقبل بنانے کے بارے میں کبھی کوئی خیال بھی ان کے دل میں نہیں آیا، بلکہ اپنا خرچ کرکے اور مطب کا حرج کرکے وہ سفر کرتے تھے، اور اس کو محض توفیق الٰہی سمجھ کر شکر گزار رہا کرتے تھے، وہ علی گڑھ تحریک میں پوری بصیرت کے ساتھ شریک رہے، اور کئی بار مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر بھی رہے، اور اپنے قیمتی مشوروں سے یونیورسٹی کو فائدہ پہونچایا، وہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اول عہد سے ممبر رہے اور بہت سے دینی اور تعلیمی اداروں سے ان کا مخلصانہ تعلق رہا، اور ان کے لئے انہوں نے اپنی توانائی اور وقت صرف کیا، وہ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی اور مجلس نظامت کے رکن ایک عرصہ تک رہے اور اس تعلق کا انہوں نے حق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، ۱۹۵۹ء میں جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام قائم کرنے کا فیصلہ ہوا تو ڈاکٹر صاحب اس کام میں پیش پیش رہے، اور مجلس کے بانیوں میں ان کا شمار ہوا، انہوں نے مجلس کو مالی اعتبار سے مضبوط کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔

اخیر میں انہوں نے مسلم بچوں کے لئے ایک جامع نصاب بنایا اور اس کے مطابق نورالاسلام نرسری اسکول قائم کیا، اسی طرح مسلم لڑکیوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کا ایک ایسا نصاب تیار کیا جس میں دینی مضامین کے ساتھ عصری عنصر بھی شامل تھا اور اس کے لئے پہلے اپنے ذاتی مکان میں پھر لکھنؤ شہر سے باہر مغربی حصہ میں ایک درسگاہ جامعہ نورالاسلام نسواں کے نام سے قائم کی اور اس کو ہر اعتبار سے ایک بامقصد اقامتی ادارہ بنایا اس کے اندر صنعتی، تکنیکی شعبہ بھی قائم کیا، اس کی وجہ سے اس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ ملک کے ہر حصہ سے اس کا استقبال ہوا اور مسلم لڑکیوں کے لئے وہ ایک علمی پناہ گاہ ثابت ہوئی، جہاں دینی تعلیم کا نہایت بہتر انتظام ہونے کے ساتھ ایک تربیتی قیام گاہ، ہاسٹل کا کامیاب نظم ہے، اور ہر نئے تعلیمی سال کے موقع پر ایک جم غفیر داخلہ کے لئے آتا ہے لیکن ان میں سے ایک بڑی تعداد کو جگہ کی قلت کی بنا پر واپس جانا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی جہاد مسلسل کی ایک طویل داستان ہے، اس کے لئے ایک دفتر کافی نہیں ہوگا بلکہ..... سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

اس لئے یہ مختصر مضمون ان تمام ضروری باتوں کو اپنے اندر سمیٹنے سے قاصر ہے اس میں ان کی زندگی کا صرف ایک خاکہ آگیا ہے جسے اس مختصر تاثر کے ساتھ ختم کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

۲۶ر اگست ۲۰۰۳ء مطابق ۲۷ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ کی صبح کس قدر غم انگیز اور دردناک تھی، جب ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی کی رحلت کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوع ہونے سے تقریباً آدھ گھنٹہ قبل ڈاکٹر صاحب ایک طویل علالت کے بعد اپنے رب حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون

ڈاکٹر صاحب مرحوم تقریباً دس مہینے سے صاحب فراش تھے وہ گردہ کی تکلیف میں مبتلا تھے جب کہ وہ خود گردہ کی بیماریوں کے بہترین معالج تھے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مریضوں کا علاج کیا اور وہ شفایاب ہوئے، ڈاکٹر صاحب نے ۷۲ سال کی عمر پائی اور انہوں نے اپنی پوری عمر خدمت خلق کے ساتھ دینی اور ملی کاموں میں نہایت اخلاص اور پاکبازی کے ساتھ صرف کی، وہ مختلف تعلیمی اداروں سے وابستہ رہے، اور دینی تعلیمی کونسل کے سکریڑی جنرل کے منصب پر فائز رہ کر کونسل کے ذریعہ سے مسلم بچوں کی دینی تعلیم اور ان کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کے لئے آخری لمحہ تک سرگرم وفکرمند رہے، اور ہزاروں دینی مکاتب قائم کرنے کی راہ میں ان کی خدمات اور قربانیاں قابل رشک وتقلید ہیں۔

ان کی مخلصانہ جدوجہد کا دائرہ ملک کے ان جملہ مسائل پر محیط تھا، جن کا تعلق مسلمانوں کے دینی، تعلیمی معاملات اور ان کے دینی تشخص سے تھا، وہ جہد مسلسل کا ایک مثالی نمونہ تھے، وہ رزم گاہ حیات میں تھکنے اور آرام کرنے کے قائل نہیں تھے، وہ قربانیوں کی راہ میں عذر ومعذرت کے روادار نہیں تھے، ان کی زندگی خلوص دیانتداری اور مقصدیت کی روح سے معمور تھی، ان کی بے لوث خدمات، ان کی بے حساب قربانیاں، ان کی ژرف نگاہی، ان کی وسعت فکر اور ان کی دعوت عمل، ہمیشہ اس ملک کی اسلامی تاریخ میں زندہ وجاوید رہیں گی، اور ان کے نقوش زندہ وتابندہ رہیں گے۔

سلام ہو اس مرد مجاہد کی روح پر، اس جہد مسلسل کی درخشاں علامت پر، جس کی زندگی کا ہر لمحہ دین وملت کے لئے وقف تھا، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا اور کوئی عوض اس کو مطلوب نہیں تھا۔ ☆☆☆

حاصلِ مطالعہ

عام نتائج وتجربات زندگی کا نچوڑ

مولانا دریابادی کی کتابِ زندگی کے حوالے سے

مولانا محمد رضوان القاسمی

خدابخش لائبریری سے جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان میں ایک کتاب کا نام ہے ''شخصیات اور واقعات، جنہوں نے مجھے متاثر کیا۔'' ۲۷۶ صفحات پر مشتمل کتاب کے مرتب جناب جنید احمد ہیں، یہ کتاب مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، اردو بازار دہلی سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے، مرتب جناب جنید احمد نے ایسی تیرہ اہم علمی شخصیتوں کا انتخاب کیا ہے جنہیں متعدد شخصیات اور واقعات نے متاثر کیا ہے، ان تیرہ شخصیتوں نے ایسی شخصیات اور واقعات کا تذکرہ اپنے مخصوص دلچسپ ادیبانہ انداز میں کیا ہے، زیرِ تذکرہ کتاب سے متعلق مرتب کی یہ وقیع اور بلیغ سطریں پڑھئے:

''نئی نسل کی ذہنی تشکیل کے ذمہ دار وہ دانش ور بھی ہیں، جن کی علمی اور ادبی تحریریں ہم ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں اور وہ مدبر بھی جو نئی سیاسی اور سماجی ڈھانچے کی تعمیر میں مصروف ہیں۔''

یہ جاننے کی خواہش بڑی فطری ہے کہ خود ان لوگوں کی ذہنی تشکیل میں کن عناصر اور کیسے کیسے حالات نے حصہ لیا ہے، خود ان کی زندگی میں وہ کون سی شخصیتیں آچکی ہیں جو ان کے دل ودماغ پر لافانی نقوش چھوڑ گئی ہیں، وہ کیسی شخصیتیں تھیں ان کا جواب مختلف اہل علم اور اہل قلم حضرات نے ان مضامین میں دیا ہے جو آپ کے سامنے اسی کتاب کی شکل میں آرہے ہیں۔

لکھنے والوں میں پرانی وضع کے بزرگ بھی ہیں اور نئی طرز فکر کے علمبردار بھی، اور کچھ ایسے حضرات بھی ہیں جنہوں نے جدید وقدیم کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اس اعتبار سے یہ مضامین صرف متنوع نہیں بلکہ دل چسپ اور بصیرت افروز ہیں، ان میں نہ صرف عظیم واقعات اور حادثات اور عظیم شخصیات کا ذکر ہے بلکہ زندگی کے بعض چھوٹے چھوٹے واقعات اور نہایت حقیر لوگوں کا تذکرہ بھی ہے، ان چھوٹوں اور حقیروں نے جس طرح آج بڑوں کو متاثر کیا ہے وہ اس کا ثبوت ہے کہ زندگی میں چھوٹے اور بڑے کی تقسیم کچھ زیادہ صحیح نہیں ہے، انتہائی حقیر چیزیں بھی انتہائی اہم ہوتی ہیں، اور حقیقت کی گواہی ہمارے یہ ہر دل عزیز ادیب اور مدیر خود ہیں، آج جن کے علم وفن کا اعتراف دوسرے ممالک میں بھی کیا جارہا ہے۔ (شخصیات اور واقعات جنہوں نے مجھے متاثر کیا صفحہ ۸-۷)۔

''شخصیات اور واقعات، جنہوں نے مجھے متاثر کیا'' کتاب میں جن ارباب علم وکمال کے مضامین ہیں، ان میں آل احمد سرور، ڈاکٹر محمد اشرف، پنڈت سندر لال، نیاز فتح پوری، سجاد ظہیر، کرشن چندر، خواجہ احمد عباس، مولانا عبدالماجد دریابادی، سلمٰی صدیقی، عصمت چغتائی، سردار جعفری، حمیدہ سلطان اور ڈاکٹر گیان چند شامل ہیں، فی الوقت راقم الحروف کے پیش نظر مولانا عبدالماجد دریابادی کے تحریر کردہ مضمون کا آخری حصہ ہے جو نہایت اہم ہے، ایک انسان اپنی زندگی کے لئے اس سے بہت کچھ سیکھ سکتا اور سامانِ عبرت جمع کرسکتا ہے۔

کثیر التصانیف اور ''سچ'' ''صدق'' اور ''صدق جدید'' کے ایڈیٹر مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (۱۹۹۲ء-۱۸۷۷ء) کے بارے میں اہل علم جانتے ہیں کہ وہ ماہر فلسفہ ونفسیات تھے، صاحب طرز ادیب تھے، نقد وتبصرہ اور طنز نگاری میں اپنی نظیر آپ تھے، زبان وبیان پر انھیں قدرت تو تھی ہی مگر اس میں ان کی ندرت کے قائل بڑے بڑے نادر روزگار بھی رہے ہیں، ان کے چھوٹے جملے بڑے دل آویز ہوتے تھے، دریا کو کوزہ میں سمانے کا انہیں فن آتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اردو اور انگریزی میں تفسیر قرآن کی سعادت بھی بخشی، زیر تذکرہ کتاب میں مولانا دریابادیؒ کا مضمون صفحہ ۱۸۵ سے صفحہ ۱۹۲ تک ہے، گویا مضمون آٹھ صفحات پر مشتمل ہے، مضمون کا آخری حصہ جو صفحہ ۱۹۰ سے شروع ہوتا ہے، وہ خوب ہی نہیں خوب تر ہے، بلاشبہ ان کا یہ مضمون ان کی پچاسی (۸۵) سال زندگی بلکہ کہنے کی اجازت ہو تو اس پوری کتاب کا حاصل اور خلاصہ ہے، مولانا دریابادی کے مضمون کا یہ حصہ اس لائق ہے کہ اس سے ہر خاص وعام فائدہ اٹھائے اور اپنی زندگی کے لئے اسے سرمۂ بصیرت وبصارت بنائے، کہنے کے لئے جملہ آٹھ باتیں ہیں مگر ان میں بچپن، جوانی، کہولت، بڑھاپا ہر زمانے کے لئے ''پاٹھ'' (سبق) آگیا ہے، اردو میں ''بقامت کہتر، بقیمت بہتر'' اور ''دریا بکوزہ'' کے محاوروں کی بہترین تعبیر ملتی ہے، مولانا دریابادی تحریر فرماتے ہیں:

''ذاتی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگیوں میں اتنی عمر گزار کر جو خاص تجربے حاصل ہوئے، انہیں نمبر وار ذیل میں درج کئے دیتا ہوں کہ شاید ان سے کسی دوسرے کو کچھ نفع حاصل ہوجائے۔''

(۱) صحتِ جسمانی کا اہتمام، سارے بدنی شعبوں میں شروع ہی سے ضروری ہے، بغیر اس کا خیال کئے نادانستہ ایسی ایسی غلطیاں صادر ہوجاتی ہیں اور ایسی ایسی بے احتیاطیوں کی عادت پڑ جاتی ہے کہ آگے چل کر تلافی بہت دشوار ہوجاتی ہے، اور سنبھلنے اور سدھرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی، آنکھ، دانت، کان، جسم کا ہر ہر عضو ایک بڑی نعمت ہے اور نعمت کا قاعدہ ہے کہ بے پروائی اور ناقدری کے بعد چھن ہی جاتی ہے۔

(۲) یہی حال دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ہے، اگر شروع ہی سے ان کی جڑیں مضبوط نہ ہوں تو آئندہ ہمیشہ خطرے محسوس ہوتے رہیں گے اور یکسوئی اور دل جمعی عمر کی کسی منزل پر بھی پہنچ کر مشکل ہی ہے۔

(۳) دنیا میں اگر کوئی بڑا کام انجام دے جانا ہے تو اس کا

طریقہ یہ نہیں ہے کہ اپنے زعم وپندار میں اپنے کو بڑا سمجھ کر اچھالنے لگے، یہ راہ ناکامی کی ہے، کامیابی اگر مقصود ہے تو اپنے کو سب سے چھوٹا بنا کر رکھئے، دبایئے نہیں، خود دبئے، دنیا خود ہی آپ کو اپنائے گی اور آنکھوں پر بٹھائے گی، خود غرضی، خود بینی اور خود ستائی کا راستہ دین تو دین، دنیا میں بھی نقصان وخسران ہی کا ہے۔

(۴) دیانت اور سچائی کو اپنا شعار بنائے رکھے، جو دوسروں کو دھوکا دیتا ہے، وہی دھوکا کھاتا بھی ہے، اور جو دوسروں کو گرانے کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ آخر خود ہی گرتا ہے، خواہ اسکے نتیجہ کے ظہور میں دیر کتنی ہی لگے، ''خدا کی خدائی میں دیر ہے، اندھیر نہیں'' یہ مقولہ بڑے تجربے کا ہے۔

(۵) جذبات کو قابو میں رکھنے کی مشق شروع ہی سے ضروری ہے، یہ سمجھنا کہ شباب گذر جانے پر جذبات خود ہی قابو میں آجائیں گے، ایک شدید مغالطہ ہے۔

(۶) ماں کی محبت اور ماں کی خدمت کا ولولہ ایک بڑی دولت ہے، دنیا کی نعمتیں ایک طرف اور یہ ایک نعمت ایک طرف، اس کی قدر ایک خاص سن آجانے کے بعد ہوتی ہے۔

(۷) آخرت کا عقیدہ عقلی، منطقی، کلامی پہلوؤں سے قطع نظر عملی اعتبار سے بھی بڑا ہی قیمتی عقیدہ ہے، اپنے دل میں جب سے یہ عقیدہ اترا، پوری زندگی بامعنی، بامقصد بن گئی، اس کے قبل افلاطون اور ارسطو، کینٹ اور ہیگل، مل اور اسپنسر کو چاٹ جانے کے باوجود، یہی گاندھی جی کے پُرمعنی الفاظ میں ایک ''بے پتوار کی کشتی'' تھی۔

(۸) ہر معصیت، ہر نفس پرستی کا داعیہ جب تک ضعیف وخفیف رہتا ہے، عقلی دلائل روک تھام کے لئے کافی ہوجاتے ہیں، لیکن وہی جذبۂ نفسانی جب طوفان کی شدت اختیار کرلیتا ہے تو عقل واستدلال کے پیراکھڑ جاتے ہیں اور بدترین بدنفسی اور گندگی کے لئے اسی عقل کو کوئی نہ کوئی حیلہ جواز مل ہی جاتا ہے، اس آخری مرحلہ پر نفس سے مقاومت اور کامیاب مقاومت (مدافعت، مقابلہ) کی قوت صرف خوفِ خدا میں ہے، اس کے سوا کسی چیز میں نہیں۔'' (شخصیات اور واقعات جنہوں نے مجھے متاثر کیا، صفحہ ۱۹۰تا۱۹۲)

ان سطروں کو لکھتے ہوئے مجھے مولانا دریابادی کی کتاب ''آپ بیتی'' یاد آرہی ہے (۴۰۳) صفحات پر مشتمل اس کتاب کو پہلی دفعہ ۱۹۷۸ء میں مکتبۂ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ نے شائع کیا تھا (۵۲) ابواب پر مشتمل یہ کتاب دلچسپ اور معلومات افزا ہے، مولانا نے اپنی اس ''آپ بیتی'' میں نجی زندگی کی بعض باتیں بھی بے تکلفی کے ساتھ لکھ دی ہیں، اس کتاب کے (۴۹) ویں باب کا عنوان ہے ''عام نتائج وتجربات زندگی کا نچوڑ'' یہ باب چھ صفحات (۳۷۶تا۳۸۱) پر پھیلا ہوا ہے، اس میں بھی مولانا نے نہایت مفید اور کارآمد باتوں کا تذکرہ کیا ہے، ذیل میں افادۂ عام کی خاطر ان باتوں کی تلخیص پیش کی جارہی ہے، مولانا لکھتے ہیں:

''کتاب، بلکہ کہنا چاہئے کہ کتاب زندگی کا مشکل ترین باب یہی ہے، ۷۵ سال (بوقت تحریر) کی زندگی کا خلاصہ تجربات میں کیا لکھا جائے اور کیا چھوڑا جائے؟ جی میں تو بے اختیار یہی آرہا ہے کہ داستانِ زندگی (آہ کہ کتنی لذیذ اور آہ کہ کتنی تلخ، دونوں ایک ہی وقت میں) کل کی کل بغیر ایک حرف چھوڑے دہرادی جائے، داستانِ زندگی کے دہرانے میں لگتا ایسا ہے کہ جیسے زندگی خود اپنے کو دہرا رہی ہے، سوچنے بیٹھئے تو اپنی زندگی قابل صد نفریں ومستحق ملامت، اور نہ سوچئے تو جانِ عزیز سے بڑھ کر عزیز، لذیذ کوئی شئے ممکن نہیں۔

۱-سب سے پہلی بات تو یہ خیال رکھنے کی ہے کہ طبعی تقاضا وشوق اور چیز ہے اور ہوس اور چیز، بقول حضرت اکبر الٰہ آبادی:

کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں
جو فرق کہنے اور بکنے میں ہے وہی طبعی تقاضے اور ہوس میں ہے۔

وہ راہبر کی ہدایت، یہ رہ گذر کا فریب
طبعی تقاضوں کی تکمیل کی جاسکتی ہے لیکن ہوس کی آگ بجھانے کے لئے کوئی حد ونہایت نہیں، ہوس رانی جتنی بھی کیجئے گا طبیعت بجائے آسودہ ہونے کے حریص ہوتی جائے گی، آگ بجھنے کے بجائے بھڑکتی ہی جائے گی، ضرر وزیاں صریح واقع ہوتا جائے گا، لیکن طبیعت کو اس کا احساس ہی نہ ہوگا، نفس امارہ بڑا منطقی، بڑا فقیہ واقع ہوا ہے، ہر نفس پرستی، ہر ہوسناکی اور اس سے پیدا ہونے والے ہر ضرر وزیاں کی کوئی نہ کوئی خوبصورت سی تاویل وتوجیہ ہر بار کرے گا اور ''ھل من مزید'' کے نعرے لگاتا ہوا آپ کو برابر مغالطہ میں مبتلا اور دھوکے میں الجھائے رہے گا، لازم ہے کہ ہر خواہش نفس پر حاکم طبیعت کو نہیں، عقل کو رکھئے اور عقل کی حاکمیت کا نفاذ بڑی سختی سے کرتے رہئے، ہیجان نفس کے وقت (عام اس سے کہ وہ ہیجان غصہ کا ہو، حب جاہ کا ہو، حرص مال کا ہو، شہوت جنسی کا ہو) عقل تک اندھی اور مغلوب ہوجاتی ہے، ایسے موقع پر دست گیری شریعت سے پایئے اور پناہ احکام خداوندی میں ڈھونڈیئے، نفس کو بے لگام کسی حال میں بھی نہ ہونے دیجئے، اس شورہ پشت گھوڑے سے آپ ذرا بھی غافل ہوئے اور اس نے آپ کو زمین پر پٹکا..... غصہ اور شہوانیت یہ نفس کے دو بے پناہ حربے ہیں اور انسانیت کے دشمن قاتل، اگر ان پر نوعمری ہی میں قابو پالیا گیا، انہیں عقل اور اس سے بڑھ کر شریعت کے تحت میں لے آیا گیا جب تو خیر ہے ورنہ اگر یہ سنپولے بڑھ کر اژدھے ہوگئے تو کوئی صورت ان کے عذاب سے نجات پانے کی نہ رہے گی۔ سن کے ساتھ ساتھ ان کی گرفت بھی سخت سے سخت تر ہوتی جائے گی، انسان خمیازہ اٹھائے گا، پچھتائے گا، جھنجھلائے گا، پھر بھی بس پھڑ پھڑا کر رہ جائے گا، ان کے پنجے سے رہائی کی کوئی صورت آسان نہ ہوگی۔

۲-روپیہ کی محبت بھی بڑی بُری بلا ہے، سن کے ساتھ ساتھ یہ گھٹتی نہیں بلکہ حرص وہوس عموماً بڑھ ہی جاتی ہے، اور وجہ جواز میں ذہن نئی نئی ضرورتیں گڑھنا شروع کردیتا ہے، ضرورت اس پر وقت ہی سے قابو پالینے اور اپنے کو قناعت کا خوگر بنالینے کی ہے، یہ جس نے نہ کیا اسے تلخیاں قدم قدم پر پیش آتی رہیں گی، لیکن روپیہ کی محبت اور شے ہے اور اس کی قدر اور، روپیہ کی محبت تو بے

شک ہرگز نہ پیدا ہونے پائے لیکن روپیہ کی قدر ضرور ہو، یہ نہ ہو تو دوسرا مرض اسراف پیدا ہو کر رہے گا، بخل و اسراف دونوں مرض ایک ہی درجہ کے ہیں اور دونوں بڑے سخت، ان کے حملے سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی واحد صورت یہ ہے کہ قلب کو ایک طرف مال سے خالی رکھا جائے اور دوسری طرف روپیہ کی ناقدری سے۔

۳-دل کو ریا و نمائش سے خالی اور اخلاص سے لبریز رکھنا بھی کوئی آسان و معمولی چیز نہیں، بڑی ریاضت اور بڑے مجاہدوں کے بعد ہی یہ دولت ہاتھ آسکتی ہے اور پھر بھی ہر وقت ڈگمگا جانے کا دھڑکا لگا رہتا ''وما یلقھا الا ذو حظ عظیم'' (اور اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہوتا ہے) (حم سجدہ/۳۵)

ایک بڑا دخل اس میں صدقِ دل سے دعا مانگنے کا ہے اور اسباب و ذرائع شہرت سے اپنے کو دور رکھنے کا ہے، نفس عاشق ہے جاہ کا اور انسان ایک حد تک خوشامد پسند طبعاً ہوتا ہے اور راہ اخلاص کا سب سے بڑا رہزن، مداحوں، معتقدوں، مریدوں کا گروہ ہوتا ہے، ہر وقت کی داد و تحسین، رضا جوئی حق کا گلا گھونٹ دیتی ہے، تفسیر قرآن تک کے بہ ظاہر سو فیصدی خالص دینی کام کو جب سوچتا ہوں اور اپنے پر جرح کرتا ہوں کہ اگر داد و تحسین خلق، مسرت نفس اور مالی منفعت وغیرہ سارے خارجی خیالات کو منتزع (الگ) کر لیا جائے، جب بھی یہی اہتمام و انہماک کام کے لئے باقی رہے گا، تو ضمیر کچھ کانپ سا اٹھتا ہے۔

۴-''علم'' بہ معنی لکھائی پڑھائی، کتابوں کی ورق گردانی کے شوق کا مرض بچپن سے رہا ہے، اب بھی طالب علم ہی ہوں، ہر وقت اپنے گرد ایک کتب خانہ چاہتا ہوں، بغیر کتابوں کے وقت کاٹنا دشوار ہو جاتا ہے، بارہا شوق مطالعہ کے آگے دوسرے طبعی جسمانی شوقوں کو مغلوب کر چکا ہوں، لیکن پھر بار بار سوچتا ہوں کہ آخر اس سے ہوتا کیا ہے، اور اس سے حاصل کیا، جب تک یہ دھن تمام تر رضائے حق کی خاطر نہ ہو، دنیا میں بالفرض اردو کا نامی مصنف اور گرامی اہل قلم کہہ کر پکارا بھی گیا تو حشر میں یہ القاب کیا نفع پہنچائیں گے اور حیاتِ ابدی کے حصول میں یہ کیا کام آئیں گے؟

۵-بڑے ہی تلخ تجربوں اور خوب ہی ٹھوکریں کھانے کے بعد یہ پر زور وصیت سارے ناظرین سے ہے کہ دنیا سے دل ہرگز نہ لگائیں اور اس کے مکر و فریب میں نہ آئیں، جس کے صدہا چہرے اور بے شمار نقابیں سہی لیکن انسان بہر حال جسم و جسد کے ساتھ ہی اس خاکدان میں بھیجا گیا ہے، اس حکمت کی بھی رعایت رکھنا لازمی ہے، دنیا کو برتئے مگر دل نہ لگایئے، دل تو آخرت سے لگائے رہئے، اکبر ہی کے لفظوں میں:

غافل نے اِدھر دیکھا، عاقل نے اُدھر دیکھا
دیکھئے! ابھی کتنی اور میعاد کاٹنا ہے، دل تو اسی مژدہ جاں بخش کے سننے کو تڑپ رہا ہے کہ ''اُرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ'' (تو اپنے پروردگار کی طرف چل، خوش ہوتی ہوئی اور خوش کرتی ہوئی، پھر تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں جا داخل ہو۔'' (الفجر/۲۸ تا ۳۰)

اپنے حق میں تو بس ایک ہی اور آخری دعا یہ ہے کہ بلا و اس وقت آئے جب یہ ناکارہ اور آوارہ قلم، دین کی خدمت میں مشغول ہو اور کسی عدو اللہ (اللہ کے دشمن) کے ہفوات کا جواب دے رہا ہو یا اپنے محبوب کی کسی ادا کی معرفت کی دعوت دے رہا ہو (آپ بیتی، صفحہ ۳۷۶ تا ۳۸۱)

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے عالمِ جذبات انسانی، ماہر نفسیات، تجربہ کار، زمانہ شناس، نباض وقت اور داعی و مصلح کی حیثیت سے سوز دروں اور دل کی تڑپ کے ساتھ جو کچھ کہا اور بتایا ہے، وہ ''رہبر زندگی'' اور ''چراغ راہ'' ہے۔

✡✡✡

ہے، مسکرائے اور دوسری باتیں کرنے لگے۔

آخری ملاقات حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی شام کو تکیہ رائے بریلی میں ہوئی وہ زبردست مجمع کہ جیسے سب لوگ اس میں کھو گئے ہوں مگر میں نے انھیں پالیا، پھر وہی التفات، وہی مزاج پرسی اور مہربانی کی گفتگو۔

ڈاکٹر صاحب کے انتقال کی اطلاع مجھے اس وقت ملی جب ندوہ میں نو یا سوا نو بجے چھٹی کی گھنٹی بجی، میں نے متوحش ہو کر اس کی وجہ جاننی چاہی پھر اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، اس دن میں سخت تکلیف میں مبتلا تھا، کمر میں چک آگئی تھی ہلنا ڈُلنا مشکل ہو رہا تھا، نہ تعزیت کے لئے گھر پہونچ سکا نہ نماز جنازہ میں شریک ہو سکا، رات میں جناب مولانا عبداللہ عباس صاحب نے بتایا کہ دو نمازیں ہوئیں، بے حد مجمع تھا ایک نماز ناظم ندوہ جناب مولانا رابع صاحب نے پڑھائی اور دوسری عیش باغ میں مہتمم ندوہ جناب مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے، ندوہ سے تعلق موت کے بعد بھی رہا، دوسرے دن مولانا سعید الرحمٰن صاحب کو ان کے دفتر میں فون کر کے تعزیت کی اور درخواست کی کہ اہل خانہ کو بھی میری تعزیت پہنچا دیں۔

میں ڈاکٹر صاحب پر لکھنے کا حق نہیں ادا کر سکا ہوں، یہ کام تو ان کا ہے جو ان کے بے حد قریب اور ان کے مشن کے ساتھی تھے جیسے ڈاکٹر مولانا عبداللہ عباس ندوی، مولانا رابع حسنی صاحب یا مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی بس یہی عرض کرنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے بازار میں فروخت کے لئے لائے گئے تو ایک بڑھیا بھی سوت کا گولہ لئے ہوئے پہنچی تا کہ یوسف کے خریداروں میں اس کا نام بھی لکھا جائے۔ یہی میرا جذبہ ہے

سر خاکِ شہیداں بر گہائے لالہ می پاشم

+++

یادایام

تکیہ رائے بریلی کا ایک جمعۃ الوداع

جناب بہاء الدین حیدر آبادی کی ڈائری کا ایک ورق

ہر سال جمعۃ الوداع میں سنا بہت سے لوگ آتے ہیں، اور صحن مسجد کے آگے والی سڑک بھر جاتی ہے، کل ہم ڈر رہے تھے، اطراف والوں کو بھی معلوم تھا کہ حضرت نے تکیہ خالی کر دیا ہے، شاید یہی وجہ ہو، خطبہ مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی نے دیا اور نماز بھی پڑھائی انداز بالکل امام حرم کا سا ہے، ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ نماز حرم میں پڑھ رہے ہیں، بعد نماز حضرت نے اعلان کروایا کہ بیان ہوگا، سب لوگ انتظار میں بیٹھ گئے۔

حضرت مولانا علی میاں منبر پر تشریف فرما ہوئے، حمد و ثناء کے بعد، کلام پاک آیت کی تلاوت فرمائی، اس کی تشریح میں حضرت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایک جہنم کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، ہم نے تم کو بچا لیا، بعثت نبوی کے قبل کا ذکر فرماتے ہوئے کہا گیا ہے اس وقت لوگ گناہوں کے بوجھ سے لد گئے تھے، کوئی گناہ ایسا نہ تھا جو اس وقت نہ ہوتا ہو، اور ساری دنیا تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی ایسے وقت میں بجلی چمکی جب کہ لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پہونچ گئے تھے اور گرنے ہی والے تھے، ایسے وقت حضورؐ تشریف لائے اور لوگوں کو دین اسلام کی روشنی بتلائی اور گڑھے میں گرنے سے بچا لیا، یہ محض اللہ کا فضل تھا، حضرت والا نے فرمایا کہ ذرا خیال کرو جب آپ برسات کی اندھیری رات میں گزرتے ہیں، اسی رات جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا، آدمی سے آدمی ٹکراتا ہے، اگر راستہ بھی ناہموار ہو تو لاکھ احتیاط سے چلنے کے باوجود کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ کسی گڑھے کے کنارے پہنچ جاتے ہیں کہ اچانک آسمان سے بجلی چمکتی ہے بڑا غنیمت معلوم ہوتا ہے، اتنی سی ایک سکنڈ کی روشنی میں آپ گڑھے سے ہٹ جاتے ہیں اور اپنا صحیح راستہ متعین کر لیتے ہیں، آپ جیسے کتنے ہی لوگ یہی عمل کرتے ہیں، تاریکی میں جتنے لوگ چل رہے ہوتے ہیں روشنی کے لئے بے چین رہتے ہیں، آج کل کی دنیا کا یہی حال ہے سب جہنم کے گڑھے کے کنارے کھڑے ہیں، اندھیری رات ہے جب تک اللہ کے پاس سے روشنی نہیں آتی کوئی ہدایت نہیں پا سکتا، امیر ہو یا غریب، عالم ہو یا جاہل، سرمایہ دار ہو یا مزدور، سب اس کی ہدایت کے محتاج ہیں، آج کی دنیا میں جھوٹ، بے ایمانی، چور بازاری، رشوت ستانی، اقربا پروری، دھاندلی بہر حال کوئی برائی ایسی نہیں ہے جو باقی رہ گئی ہو، اور اس دنیا کا آج وہی حال ہے جو حضورؐ کی بعثت سے قبل تھا، سب جہنم کے گڑھے کی طرف بھاگ رہے ہیں، روکنے کے باوجود کہہ رہے ہیں، ہمیں اس گڑھے میں کودنے دو، ہم اس میں کودیں گے، پھر مثال دی اور فرمایا جونہی جنگل میں آگ روشن ہوتی ہے، پروانوں کا جم غفیر آ کر گرتا ہے، لاکھ روکو، رکتا نہیں، آج کی دنیا کا یہی حال ہے، نئی تہذیب کی آگ روشن ہے، اس پر سارے انسان پروانے بن کر گر رہے ہیں، دنیا گندگی کا ایسا تالاب بن گئی ہے، جس سے عفونت و بدبو آ رہی ہے، اس کے باوجود سارے عوام و خواص، پڑھے لکھے، جاہل، لیڈر، حکمراں سب دوڑ رہے ہیں کہ اس تالاب میں غوطہ لگائیں گے، لاکھ روکو کوئی رکتا نہیں،

آج کی دنیا کا یہی حال ہے، نئی تہذیب کی آگ روشن ہے، اس پر سارے انسان پروانے بن کر گر رہے ہیں، دنیا گندگی کا ایسا تالاب بن گئی ہے، جس سے عفونت و بدبو آ رہی ہے، اس کے باوجود سارے عوام و خواص، پڑھے لکھے، جاہل، لیڈر، حکمراں سب دوڑ رہے ہیں کہ اس تالاب میں غوطہ لگائیں گے، لاکھ روکو کوئی رکتا نہیں،

(اس زمانہ میں رائے بریلی میں سیلاب آیا ہوا تھا) کا ذکر کر کے فرمایا، کہ ایک بستی، یا کچھ گاؤں یا علاقہ ڈوبنے کو تھا، ہم سب پریشان تھے، حکومت پریشان تھی، اس وقت کا اندازہ کرو جب سارا کروارض ڈوب رہا تھا گنا ہوں کے سیلاب میں، ایسے وقت میں حضورؐ تشریف لائے اور سب کو بچانے کا ذریعہ بنے، ہم سب کو اللہ کا اور اس کے رسول کا شکر گزار ہونا چاہئے، کہ آج ہم کو اس انعام سے نوازا ہے، کیسی کیسی نعمتیں دی ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، کعبۃ اللہ پھر اس کے بعد حج وغیرہ، ہم کو ان سب نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید نازل فرمائی اس سے ہدایت حاصل کرتے رہنا چاہئے، اللہ کے فضل سے آپ کا رمضان اچھا گزرا، اب کوشش یہ کیجئے کہ یہی حال اور کیفیت دوسرے دنوں میں بھی باقی رہے، اگر تم نے بعد رمضان وہی لاپروائی کی زندگی گزارنی شروع کی تو یہ ایسا ہوگا کہ اللہ کسی کو آگ سے بچالے اور وہ اپنا دامن چھڑا کر، جھٹک کر، سخت سست الفاظ کہہ کر دوزخ کا رخ کرلے۔

رمضان کا مہینہ نہیں رہے گا، ایسے کئی رمضان کے مہینے آپ کی زندگی میں آئے اور چلے گئے، لیکن اسلام ہے، قرآن ہے، شریعت ہے، احکام الٰہی ہیں، ان کو پکڑے رہو، ورنہ یہ اللہ کی نعمت کی ناقدری ہوگی، پھر آیات قرآنی پڑھ کر فرمایا کہ اگر شکر کرو گے تو انعامات بدل گئی، اسی کا طفیل ہے کہ آج ہم آپ سب بحمد اللہ داخل دین ہیں، سب حاضرین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آج جتنے روزہ دار ہیں، نمازی ہیں، تہجد گزار ہیں، یہ سب جہنم کے کندے ہوتے اگر حضورؐ تشریف نہ لاتے، پھر فرمایا دیکھو حضورؐ کی امت کے علاوہ جتنے ہیں، اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ دوزخ کے کندے بنیں، یہاں

اور بڑھا دیئے جائیں گے، ورنہ شدید عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے، جس طرح رمضان میں برائیوں سے دور رہے، غیبت چھوڑ دی، گالی گلوچ کرنا چھوڑ دیا جھوٹ چھوڑ دیا، اسی طرح آئندہ بھی ساری برائیوں سے بچتے رہو، یاد رکھو کہ جس طرح ساری جائز چیزوں کو اللہ کے

صرف ایک بات ہے جو کر نہیں سکتے، ان کی طبیعت کی جھجھلاہٹ پر تنبیہ آپ نہیں کر سکتے، ان کی طبیعت میں چڑچڑا پن پیدا ہوجاتا ہے، ایک ہی بات کو دہرا دہرا کر کہتے ہیں۔

لئے چھوڑ کر بھوک پیاس میں سارا دن گزار کر شام میں افطار کرتے ہو تو کیسا لطف آتا ہے (ایک ملٹری ڈاکٹر کا واقعہ فرمایا جو ہر یہ قسم کے آدمی تھے نماز اور دوسرے دینی احکام کی پرواہ نہیں کرتے تھے، لیکن روزہ بڑی پابندی سے رکھا کرتے تھے، لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ افطار کا جو لطف ہے وہ حاصل کرنے کے لئے روزہ رکھتا ہوں، بڑی سے بڑی دعوت اور اونچے سے اونچے ایٹ ہوم میں وہ لطف نہیں آیا جو افطار میں آتا ہے، صرف یہی مزہ لوٹنے کے لئے روزہ رکھتا ہوں) اسی طرح اگر زندگی بھر کے لئے برائیوں کا روزہ رکھ لیا جائے تو حشر کے میدان میں افطار ہوگا، اور حضورؐ کے دست مبارک سے حوض کوثر پر جام ملے گا جو بہت ٹھنڈا اور میٹھا ہوگا، اس کی حلاوت اور لذت کیا پوچھتے ہو، دنیا کے افطار کا اس سے کچھ مقابلہ نہیں، پھر فرمایا رمضان میں کھانا پینا چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے اب سب کھاتے پیتے ہوئے صرف برائیوں کا روزہ رکھ لو، تو اللہ میاں افطار کروائینگے، سوچو وہ افطار کیسا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کروائینگے، یہاں کوئی بڑا آدمی افطار کرواتا ہے کہ بڑے بڑے لوگ وہاں جاتے ہیں اس لئے ایسے بڑے آدمیوں کی دعوت باعث عزت افزائی ہوتی ہے، پھر ورائٹیز بھی بہت ہوتی ہیں، غور کرو جب اللہ میاں افطار کروائینگے تو وہ افطار کیسا ہوگا، کیا کیا انواع واقسام کے جنتی میوے ہونگے، کیا کیا نعمتیں ہونگی، کیسا لطف آئیگا، یہ چار پانچ دن روزے کے باقی رہ گئے ہیں، گزر جائینگے اس کے بعد ہزار روزہ رکھ لو (برائیوں کا) پھر اس دن جب سورج سوا نیزے پر ہوگا، پیاس کی شدت ہوگی اللہ تعالیٰ افطار کروائینگے، اللہ تعالیٰ کی رضا سے جو فرحت حاصل ہوگی، اس کے لئے تیار ہوجایئے، تقریر کے بعد طویل ورقت انگیز دعا ہوئی۔

حضرت کے اس بسیط اور دلآویز بیان کے بعد مولانا شہباز صاحب اصلاحی کو حکم ہوا کہ مسائل عید و فطرہ وغیرہ بیان فرمائیں، مولانا نے تعمیل حکم میں مختصر مفید سارے احکام کا احاطہ کرتے ہوئے بصیرت افروز بیان کیا، یوں نماز جمعۃ الوداع پوری ہوئی، اور لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہوئے واپس ہونے لگے، حضرت والا بھی مصافحوں کے ہجوم اور ریل پیل میں اپنی قیامگاہ تشریف لے گئے۔

کل درس حدیث حقوق والدین پر تھا، مولانا شہباز صاحب اصلاحی واقعی متبحر عالم ہیں، اللہ تعالیٰ عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے، قرآن و حدیث کی تشریح اتنے پیارے انداز میں کرتے ہیں اور ایسے ایسے نکتے بیان فرماتے ہیں کہ بس، اس حدیث کے سبق کے سلسلہ میں کما ربیانی صغیرا آیت کی جو تشریح فرمائی ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑی حکمت کی باتیں بتلاتے ہیں، ماں باپ کے بوڑھے ہونے پر ان کی خدمت کرو، ان کو مت جھڑکو، بلکہ اُف تک نہ کرو، ان سے اتنی اور ایسی محبت کرو جیسی وہ تم سے بچپن میں کرتے تھے، پھر یہ فرق بتلاتے ہوئے فرمایا کہ ماں باپ بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں، ان کی خدمت کرتے ہیں، نہلاتے دھلاتے ہیں، کھلاتے پلاتے ہیں، دکھ درد کا خیال رکھتے ہیں، ان کی حفاظت کرتے ہیں، ان کی شرارتوں پر تنبیہ کرتے ہیں، مار پیٹ کرتے ہیں ظاہر ہے یہ بھی محبت ہی کا ایک حصہ ہے، اب بوڑھے والدین کی خدمت کو دیکھو جو فرمانبردار اولاد کرتی ہے، ساری باتیں وہی ہوتی ہیں خدمت کرتے ہیں، نہلاتے دھلاتے ہیں (اگر بہت ضعیف اور کمزور ہوجائیں چل پھر نہ سکتے ہوں ہاتھ پیر نہ ہلا سکتے ہوں) ہاتھ سے کھلاتے پلاتے ہیں، ان کی حفاظت کرتے ہیں، صرف ایک بات ہے جو کر نہیں سکتے، ان کی طبیعت کی جھجھلاہٹ پر تنبیہ آپ نہیں کر سکتے، ان کی طبیعت میں چڑچڑا پن پیدا ہوجاتا ہے، ایک ہی بات کو دہرا دہرا کر کہتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کی کہی ہوئی بات پہلے اور جلد پوری ہوجائے، چاہے وہ کتنی ہی غیر اہم ہو، اور آپ کے ذمہ کتنے ہی اہم کام ہوں، ان کی تنقید کی عادت بڑھ جاتی ہے، آپ کو آپ کی بیوی کو آپ کے بچوں کو تنقید کا نشانہ بناتی رہتی ہیں، بھوک بڑھ جاتی ہے، کھانا کھا کر بھول جاتے ہیں، اور کہتے ہیں کھانا کھایا ہی نہیں، لاکھ کہو مانتے نہیں، تھوڑا کھانا لا دیا جائے تو چپ ہوجاتے ہیں، یہی زمانہ ہے جب آپ کو نیکیاں کمانا ہے ان کی ہر بات کو برداشت کیا جائے، چاہے کتنی ہی آپ کی طبیعت کے خلاف ہو، ان کے چڑچڑے پن پر جبر کیا جائے، بس یہ ہیں ان کی وہ باتیں اور عادتیں جن پر آپ تنبیہ نہیں کر سکتے، حالانکہ انہوں نے آپ کی شرارتوں پر آپ کو تنبیہ کی تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان سے نرم اور میٹھی آواز میں بات کرو، اونچی آواز مت نکالو، حتیٰ کہ زبان سے اف بھی نہ کہو، چاہے تمہارے دل میں کتنی ہی تکلیف ہو، یہ ہے دراصل ضعیف والدین کی سچی خدمت اسکے بدلے آخرت درست ہوجائے گی، آخرت میں انعامات ملیں گے، آپ کے درجات بلند ہونگے اور سب سے بڑی بات کہ اللہ پاک کی رضا حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے، آمین ثم آمین

❀❀❀

(۱۰/ اگست ۱۹۸۰ء مطابق
۲۷/ رمضان ۱۴۰۰ھ)

ولادت کے ساتویں دن اچھا نام رکھنا واجب ہے

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

بچہ کی ولادت کے بعد ساتویں دن عقیقہ کرنا، اچھا نام رکھنا اور بچہ کے سر کے بال منڈانا اور ختنہ کرنا سنت سے ثابت ہے، ساتویں دن سے پہلے بھی نام رکھا جاسکتا ہے، لیکن ساتویں دن اچھا نام رکھ دینا ضروری ہے، اس کو واجب کہا گیا ہے، نام رکھنے میں اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ نام کا مفہوم بھی اچھا ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابۂ کرام کے نام صرف اس لئے تبدیل فرمائے تھے کہ اس کا ظاہری مفہوم مناسب نہیں تھا، لہٰذا ایک صحابی کا نام ''حزن'' تھا جس کے معنی سخت زمین کے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل فرما کر ''سہل'' رکھدیا، بعض حضرات بچوں کے نام رکھنے میں وزن کا خیال رکھتے ہیں، اور اس میں اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ مہینوں گذر جائیں لیکن جب تک بروزن نام ہاتھ نہ آئے نام رکھتے نہیں ہیں، حضرت تھانویؒ کے پاس ایک صاحب تشریف لائے، عرض کیا: حضور! میرے یہاں فرزند تولد ہوا ہے، کوئی نام بتادیں، اور یہ بھی کہا کہ میرے ایک بچے کا نام نیاز احمد، دوسرے کا نام ایاز احمد رکھا ہے، تیسرا فرزند جس کا نام راز احمد ہے، اس چوتھے کے لئے اسی وزن پر کوئی نام تجویز فرمادیں، حضرت تھانویؒ نے ازراہ مزاح فرمایا: بھئی قافیہ تو تنگ ہے، اس کا نام پیاز احمد رکھ دو، پھر فرمایا کہ نام رکھنے میں وزن کا اس درجہ خیال رکھنا بہتر نہیں ہے، اچھے نام کا انتخاب کر کے تجویز کر دینا چاہئے۔

ایک اور صاحب کا واقعہ سنا ہے کہ ان کے دو تین فرزند تھے محمد شمیم، محمد نعیم اور محمد قسیم نام تھا، سب سے چھوٹا بچہ جب تولد ہوا تو انھیں خیال آیا کہ اس بچہ کا نام قرآن پاک سے تلاش کر کے رکھیں گے، لہٰذا تلاش شروع کر دی، عربی زبان سے واقف نہیں تھے، وزن کی تلاش میں انیسویں پارہ تک پہونچے تو سورۃ القلم میں اس وزن پر ایک لفظ انھیں مل گیا اور انھوں نے اپنے معصوم بچے کا نام ''زنیم'' رکھدیا، وہ بہت خوش تھے کہ میرے بچہ کا نام قرآنی نام ہے، اور بروزن بھی ہے، ایک دفعہ کوئی مولوی صاحب ان کے یہاں مہمان ہوئے، انھوں نے بڑے پیار سے اپنے چھوٹے بچے کو پکارا، بیٹے زنیم ادھر آؤ! مولانا صاحب آئے ہیں سلام کرو! یہ سن کر مولانا تو ششدر رہ گئے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو ''زنیم'' کہہ کے پکار رہا ہے، پوچھا آپ نے کیا نام رکھا ہے، یہ سنتے ہی صاحب خانہ کی باچھیں کھل گئیں، اور لہک لہک کر اپنی تگ وتاز کی حکایت بیان کرنے لگے اور ایسے خوش تھے کہ دفت اقلیم کی دولت سمیٹنے والے کو کیا خوشی ہوگی، جب وہ اپنی داستان تحقیق سنا چکے تو مولانا نے کہا آپ نے اس لفظ کا معنی بھی دیکھا ہے کہ نہیں، کہنے لگے دو تو میں نے دیکھا نہیں اور پھر قرآن پاک میں تو سب اچھا ہی اچھا ہے، مولانا نے کہا کہ ہاں! قرآن پاک میں تو فرعون، قارون، ابولہب کے بھی نام ہیں؟ قرآن پاک نے نیکوکاروں کے ساتھ بدکاروں کا بھی تذکرہ کیا ہے قرآن پاک چونکہ عبرت وموعظت، پند و نصیحت کی کتاب ہے، اس لئے جہاں جس موقع پر جس بیان وحکایت اور واقعات کی ضرورت ہوتی ہے، اسے اس نے پیش کیا ہے۔

یہ لفظ بھی ایک نافرمان بندہ کا وصف ہے، اور اس کے معنی حرام زادہ کے ہیں، آپ نے معنی تو دیکھ لیا ہوتا، یہ سن کر میزبان سکتہ میں آگیا۔

لہٰذا نام رکھنے میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ عرف، اخلاق اور شریعت کے مزاج کے خلاف نہ ہو۔

حضرت عمرؓ کے پاس ایک باپ نے اپنے بچہ کی شکایت کی، امیر المومنین! میرا یہ لڑکا ہے، میرا کچھ خیال نہیں کرتا، میں کمزور ہوگیا ہوں، اس کی مدد کی ضرورت ہے لیکن اس کی برگشتگی نے مجھے اس حد تک آزردہ کر رکھا ہے کہ آج انصاف کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، باپ کا بیان دل کو تڑپا دینے والا تھا، حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ بھی متاثر ہوئے۔

آپ نے نافرمان بیٹے کو دیکھا تو اس کی آنکھیں چھلک پڑیں، اس کی آواز رندھ گئی بڑی مشکل سے اتنا کہہ سکا، امیر المومنین باپ پر بیٹے کا کیا حق ہے، اس کی وضاحت فرمادیں پھر مجھے جو چاہیں وہ سزا دیں۔

امیر المومنین عمر فاروقؓ نے فرمایا تمہارا سوال بجا ہے، سنو!

باپ پر بیٹے کا حق یہ ہے کہ اچھے خاندان میں شادی کی جائے تاکہ اولاد اچھی ہو، ولادت کے بعد بیٹے کا عقیقہ کرے، اچھا نام رکھے، تعلیم وتربیت کرے، جوان ہوجائے تو اسکی شادی کردے، یہ ہے باپ پر بیٹے کا حق۔

اس نے کہا حضور! میرے والد نے شادی ایک باندی سے کی، ولادت کے بعد عقیقہ کیا یا نہیں، اس کا جواب وہ خود ہی دے سکتے ہیں، البتہ میرا نام ''جعل'' گوبر کا کیڑا، گھوڑے نہلوا رکھا، تعلیم کا حال یہ ہے کہ میں دستخط بھی کرنا نہیں جانتا، اور میں جوان ہوں، لیکن میری نسبت کے بارے میں ابھی تک میرے والد نے سوچا بھی نہیں ہے۔

یہ سن کر امیر المومنین سخت ناراض ہوئے، اور باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے اس کے سارے حقوق پامال کردئے، اور اب تم اپنے حقوق کی دہائی دے رہے ہو، کاش تم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔

آج اگر ہم اپنے معاشرہ پر نظر کریں تو نہ جانے کتنے ''جعل'' ہمارے سامنے ہوں گے جن کی وجہ سے والدین کے حقوق پامال ہو رہے ہیں، اس میں قصور اپنا بھی ہے، آج ایسے نام رکھنے کا مزاج بنتا جارہا ہے، جس میں کوئی جدت ہو، خواہ اس کا مفہوم کتنا ہی برا کیوں نہ ہو۔

ناموں میں سب سے اچھے نام، عبد اللہ، عبد الرحمٰن ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہمیں اپنے بچوں کے نام منتخب کرنا چاہئے، صحابہ کرام کے ناموں کو رکھنے کا مزاج پیدا کرنا چاہئے، اچھے ناموں سے اچھے کردار کی بو آتی ہے اور اچھا کردار اچھے معاشرہ کو جنم دیتا ہے۔

❀❀❀

''ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی ملّت کی حفاظت اور سربلندی کے لئے آخری وقت تک سرگرم عمل رہے''

مولانا محمد رابع حسنی ندوی

مجلس میں تعزیتی جلسہ کی ایک رپورٹ

امیر شریعت مولانا نظام الدین صاحب، مولانا عبداللہ عباس ندوی، مولانا واضح رشید ندوی کا خراج عقیدت

مولانا محمود حسن حسنی ندوی

'' ڈاکٹر صاحب مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے بانیوں میں تھے، ۱۹۵۹ء میں جب سے مجلس کی تاسیس ہوئی انہوں نے مجلس کی ترقی کے لئے بہت فکرمندی کا ثبوت دیا، ڈاکٹر صاحب نے مجلس کو مادی اور مالی اعتبار سے مضبوط اور مستحکم بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا، وہ مجلس کے بانی ارکان میں سے تھے، مجلس کی رکنیت، لائف ممبری اور اس کی مطبوعات کی اشاعت کے لئے انہوں نے سرگرم کوشش کی۔ اس کے لئے ڈاکٹر صاحب نے ممبئی کا بار بار سفر کیا اور مالی تعاون کے لئے اہل خیر کو آمادہ کیا۔ ممبئی اور علی گڈھ میں ڈاکٹر صاحب نے کئی لوگوں کو لائف ممبر اور رکن بنایا۔''

یہ تھے وہ الفاظ جو مولانا رابع حسنی ندوی نے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم کے تعزیتی جلسہ میں دوران تقریر کہے۔ مولانا نے مزید کہا کہ ڈاکٹر صاحب عرصہ تک مجلس کے نائب صدر رہے اور عملی طور سے اس کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے اور برابر اس کی فکر کرتے رہے کہ مجلس کی مطبوعات معیاری چھپیں اور ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو، انہوں نے دین وملت کے لئے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر رکھا تھا، اس کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے تھے ڈاکٹر صاحب نے دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے بے شمار سفر کئے وہ یہ سفر اپنے خرچ سے کرتے تھے اور اپنی صحت اور پریکٹس کو خطرات میں ڈالتے تھے ان کی وفات مجلس کے لئے بہت بڑا خسارہ ہے، وہ مسلم پرسنل لاء بورڈ، مسلم مجلس مشاورت کے ممبر تھے، مسلم مجلس مشاورت میں کئی مرتبہ انہوں نے حضرت مولانا علی میاںؒ کی نمائندگی بھی کی تھی، انہوں نے دینی تعلیمی کونسل اور ندائے ملت کے لئے اپنے کو وقف کر رکھا تھا، خلاصہ یہ کہ وہ ملت کی حفاظت اور سربلندی کے لئے آخری وقت تک سرگرم عمل رہے، اس سلسلے میں وہ اپنی علمی، قلمی اور مالی صلاحیتوں سے کام لیتے رہے، اظہار حق اور اپنی رائے کو ظاہر کرنے میں وہ بے باک تھے، ان کی رائے عموماً صائب ہوتی تھی، ان کی وفات ملت کا ایک بڑا خسارہ ہے، اکابرین ملت کو ان کی ذات سے جو مدد مل رہی تھی وہ ختم ہوگئی، مجلس کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔

مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے بورڈ کے تعلق سے ڈاکٹر صاحب کی خدمات کو سراہا، انہوں نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب علالت کے باوجود حیدرآباد کے اجلاس میں شریک ہوئے، وہ ملت کی ترقی اور دین کی سربلندی کے لئے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ بیماری میں بھی وہ اس سلسلے میں فکرمند رہے، ان کے قیمتی مشوروں سے بورڈ فائدہ اٹھاتا تھا۔

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی صاحب سکریٹری مجلس تحقیقات ونشریات اسلام نے ڈاکٹر قریشی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ آخر وقت میں بھی ڈاکٹر صاحب کے حوصلے بلند تھے وہ اپنی بیماری سے ذرا بھی خائف نہ تھے، بستر علالت پر بھی وہ ملت کو مفید مشورے دیتے تھے، ان کی تحریریں بڑی بے باک اور بے لاگ ہوتی تھیں، وہ وقت کے فتنوں سے مقابلے کے لئے برابر تدبیریں سوچتے رہتے تھے اور اپنی تحریروں میں ان کی نشاندہی کرتے رہتے تھے، انہوں نے مجلس کے لٹریچر کے فروغ میں بھرپور حصہ لیا۔

مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء نے ڈاکٹر صاحب کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ کل جب وہ ہم میں موجود تھے تو ہمارے لئے آسان تھا کہ ان سے رہنمائی حاصل کریں، لیکن اب وہ ہم میں نہیں ہیں تو رہ رہ کر ان کی یاد آرہی ہے، ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، اس کا وہ اب اللہ کے یہاں اجر پائیں گے۔

جلسہ کا اختتام مولانا عبداللہ عباس ندوی کی دعا پر ہوا۔ ☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ جناب سہیل احمد ندوی گونڈوی کے والد محترم جناب سلیم احمد خاں صاحب ساٹھ سال کی عمر میں ۱۴ ماہ کی طویل علالت کے بعد گجرات میں ۲۲ راگست ۲۰۰۳ء کو وفات پاگئے۔

☆ ڈاکٹر حیدر عالم صاحب ندوی کے والد جناب ڈاکٹر محمد فاروق صاحب کا ان کے آبائی وطن مڑلی ضلع چمپارن بہار میں مورخہ ۲۲ راگست بروز جمعہ انتقال ہوگیا۔

☆ تعمیر حیات کے قدردان اور اس کی توسیع اشاعت میں برابر کوشش کرنے والے جناب محمد زکریا علوی صاحب (الہ آباد) کا حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال ہوگیا۔

☆ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم حسین کشمیری کی والدہ ماجدہ انتقال کرگئیں۔

☆ دارالعلوم کے طالب علم امجد اور امداد کی والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہوگیا۔

قارئین تعمیر حیات سے مرحومین مرحومات کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اور پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

روداد سفر

صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ کا سفر دہلی

مولانا محمود حسن حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا پرسنل لا بورڈ کے تعلق سے دہلی کا تین روزہ سفر ہوا۔ مولانا مدظلہ اتوار ۳۱ راگست کو دہلی پہونچے۔

پرسنل لاء بورڈ کے دفتر میں ایک میٹنگ:

یکساں سول کوڈ کے سلسلہ میں سپریم کورٹ کی حکومت ہند کو سفارش پر ایک اہم میٹنگ کا انعقاد ہوا یہ مجلس دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ میں منعقد ہوئی اہم شرکاء میں صدر بورڈ و جنرل سکریٹری بورڈ کے علاوہ مولانا محمد ولی رحمانی، جناب عبدالرحیم قریشی، مولانا عبداللہ مغیثی، مولانا عبدالوہاب خلجی، مولانا عمید الزماں کیرانوی، مولانا جلال الدین انصر عمری، مولانا شفیع مونس، مولانا احمد علی قاسمی، حکیم ظل الرحمان، جناب سید شہاب الدین اور شیعہ عالم مولانا عقیل الغروی تھے، اس مجلس میں یکساں سول کوڈ کو لاحق اندیشوں اور اس سے متعلق پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا نیز اس سلسلہ میں حکمت عملی پر غور کیا گیا اس مسئلہ میں دوٹوک رویہ اختیار کرنے سے تمام شرکاء نے اتفاق کیا کہ اسلامی شریعت قانون الٰہی ہے اور اسی کے تحفظ کے لئے پرسنل لاء بورڈ کا قیام عمل میں آیا ہے۔

پریس کانفرنس:

ساڑھے تین بجے سہ پہر کو پریس کانفرنس سے صدر بورڈ نے خطاب کیا صحافیوں نے یکساں سول کوڈ اور بابری مسجد کے تعلق سے سوالات کئے۔ شنکراچاریہ کی ملاقات اور پھر مراسلت کے موضوع پر سوالات اٹھائے گئے، اس سوال پر کہ آیا مذاکرات کے لئے کوئی ہاتھ بڑھائے تو بورڈ کیا رخ اختیار کرے گا، جواب میں صدر بورڈ نے کہا کہ مذاکرات کے دروازے بند نہیں ہوئے ہیں، لیکن مذاکرات سے ہمیں مسئلے کے حل کی امید اب کم ہی نظر آتی ہے۔ مسئلہ عدالت میں ہے اور عدالت کے فیصلہ کو فریقین کو تسلیم کرنا چاہئے۔ متنازعہ آراضی کی کھدائی سے متعلق رپورٹ کے سلسلہ میں کہا کہ یہ ان کی اپنی رائے رہے فیصلہ سپریم کورٹ دے گی اور سپریم کورٹ کا جو آخری فیصلہ ہوگا وہ مانا جائے گا۔

جنرل سکریٹری بورڈ مولانا نظام الدین صاحب جو پریس کانفرنس میں موجود تھے انھوں نے اسکی وضاحت کی کہ مقدمہ ملکیت کا ہے اور مسجد کسی دوسرے کی زمین پر بنانے کی اجازت نہیں ہے ہمارا دعویٰ ملکیت کا ہے۔ یہ وضاحت اس سوال پر کرنی پڑی کہ آپ حضرات کہتے ہیں کہ مسجد فرش سے عرش تک ہے تو اگر مسجد کے خلاف فیصلہ جاتا ہے تو آپ کیسے مانیں گے۔

عبدالرحیم قریشی صاحب نے بھی اظہار خیال کیا، یو، این، آئی، بی، بی، سی اور مختلف ٹی وی چینلوں اور انگریزی، ہندی، اردو وملیالم اخبارات کے نمائندے پریس کانفرنس میں موجود تھے۔

اصلاح معاشرہ:

یکم ستمبر کو دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ میں اصلاح معاشرہ کی اہم نشست ہوئی جس میں ائمہ مساجد کو خاص طور پر دعوت دی گئی تھی اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کنوینر جناب مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے اصلاح معاشرہ سے متعلق اپنی سرگرمیوں سے واقف کرایا، اصلاح معاشرہ کے کام کو مفید سے مفید تر بنانے کے لئے شرکاء جلسہ نے اپنے اپنے مشورے دئے، اور اس کے میدان کو وسعت دینے کو کہا اس پر اتفاق کیا گیا کہ اصلاح معاشرہ کا کام صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ معاشرہ میں ساتھ رہ رہے برادران وطن کا بھی حق ہے مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب بھی گفتگو میں شریک رہے، صدر بورڈ نے آخر میں تقریر فرمائی جس میں انہوں نے ائمہ مساجد، علماء کرام اور ملی وسماجی کام کرنے والوں کی ذمہ داریاں کو یاد دلایا معاشرہ کی ان بڑی بیماریوں کا خصوصیت سے ذکر کیا کہ جس کے عام ہوجانے کی وجہ سے ان کو خرابی نہیں جانا جارہا ہے، خود غرضی، رشوت ستانی، شادی میں اسراف وفضول خرچی اور طلاق کے سلسلہ میں بے اعتدالیوں کا تذکرہ کیا۔

غیر مسلم دانشوروں کی ایک نشست

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے زیر اہتمام ایک اہم مجلس غیر مسلم دانشوروں کی رکھی گئی، جس میں صدر بورڈ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی تقریر میں، جو اس نشست کی کلیدی تقریر تھی اسلامی تعلیمات اور نبوی اخلاق کی وہ باتیں اہل مجلس کے گوش گذار کیں جس میں صرف انسانیت کی ہی اصلاح نہیں چاہی گئی ہے بلکہ جانوروں تک کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی گئی ہے اپنی تقریر میں مولانا نے ایک فاحشہ عورت کے ذریعہ صرف کتے کو پانی پلادینے سے مغفرت اور عنداللہ مقبول ہوجانے کا ذکر کیا جبکہ ایک عبادت گزار شخص کے بلی کو بھوکا مار دینے پر عنداللہ مبغوض ہوجانے کے واقعہ کو یاد دلایا۔

انہوں نے اسلامی شریعت کی اس بات پر زور دے کر واضح کیا کہ دوسرے کی خیر خواہی اتنی بڑی نیکی بتائی گئی ہے کہ وہ صحیح انسان نہیں ہوسکتا ہے جو اپنے انسانی بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو، مولانا علی میاںؒ بانی تحریک پیام انسانیت وسابق صدر بورڈ کے بعض واقعات بھی انہوں نے بتائے کہ پلیٹ فارم پر کسی نے کیلا کھایا اور چھلکا وہیں پھینک دیا اور اس کی پرواہ نہیں کی کہ کوئی پھسلے گا اور گر پڑے گا مولانا علی میاںؒ کو فکر ہوئی کہ وہ اس چھلکے کو دوسرے مسافروں کی راحت کی خاطر باہر پھینک دیں اور انہوں نے ایسا کیا۔

حضرت مولانا کی وہ بات بھی صدر بورڈ نے نقل کی کہ ٹرین کے لیٹ ہونے پر وہ تعجب کرتے تھے کہ مسافر ہیں لیٹ جائیں گے تو لیٹ پہونچیں گے کام میں

مسجد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں جلسۂ تعزیت

معروف ملی وسماجی شخصیت اور ممتاز معالج جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جنرل سکریڑی دینی تعلیمی کونسل کی وفات کی اطلاع ملنے پر ندوہ میں تعلیمی چھٹی کردی گئی، اس کے سارے دفاتر بند کردیئے گئے اور مسجد دارالعلوم میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا جس میں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا محمد رابع ندوی نے فرمایا کہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی وفات ایک دینی وملی خسارہ ہے نصف صدی سے زائد مرحوم سے مراسم کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ مرحوم میں اپنے ابتدائی زمانہ طالب علمی ہی سے دینی ودعوتی کاموں کا جذبہ اور درد پایا جاتا تھا اسی جذبہ اور کرب نے انہیں دینی شخصیتوں سے روشناس کرایا، وہ مولانا علی میاںؒ سے قریب ہوئے اور ڈاکٹر عبدالعلیؒ صاحب سے بھی قریب ہوئے اور ان کی علالت کے دوران ایسی تیمارداری کی جیسے گھر کا کوئی فرد کرتا ہے ندوہ کے کاموں میں بھی وہ گہری دلچسپی رکھتے تھے ندوہ کے ۸۵ سالہ جشن میں بھی وہ اپنی خدمات دینے میں پیش پیش رہے ندوہ کے علاوہ دینی تعلیمی کونسل، مسلم پرسنل لاء بورڈ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسے اداروں سے اور تنظیموں کے کاموں سے بھی ان کی گہری وابستگی رہی۔

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کی نصف صدی سے زائد پر محیط طویل ملی ودینی اور سماجی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور کہا کہ وہ اپنے پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے تھے ان میں ملت اور انسانیت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ مریضوں کو مفت دوائیاں دیتے اور اس میں ان کو مسرت حاصل ہوتی تھی اپنے مقصد سے عشق اور دُھن کا یہ عالم تھا کہ وہ اس کی خاطر نہ اپنی صحت کی پرواہ کرتے نہ مالی نقصان کی ___ مرحوم کا ایک بڑا وصف صاف گوئی تھا، ان کی تعلیمی اور صحافتی نیز ملی وسماجی خدمات کا ایک شاندار ریکارڈ ہے اور ان کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔

مولانائے محترم نے اپنی تعزیتی تقریر میں ۱۹۵۵ء سے لے کر اب تک کی ڈاکٹر صاحب مرحوم سے وابستہ یادوں کو بھی تازہ کیا نیز مختلف ملی تحریکوں اور قدآور شخصیتوں کا تذکرہ فرمایا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے سلسلہ میں چلائی جائے والی تحریک میں ان کی شرکت، مادر علمی مسلم یونیورسٹی سے ان کے تعلق، ندوۃ العلماء اور مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے ان کی گہری دلچسپی اور ان کے روح رواں حضرت مولانا علی میاںؒ سے ان کی والہانہ شیفتگی، ندوہ کے ۸۵ سالہ جشن میں ان کے بیش قیمت تعاون، تحریک پیام انسانیت اور مسلم پرسنل لاء بورڈ سے ان کے لگاؤ اور پھر دینی تعلیمی کونسل اور اس کے مقصد سے ان کے سچے عشق نیز ندائے ملت کے چراغ کو جلائے رکھنے کی ان کی دھن جیسے کئی ایک پہلو ہیں جو بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک ہمہ گیر اور قدآور شخصیت کے مالک تھے۔

مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی صدر شعبۂ تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء نے فرمایا کہ سخاوت اور صاف گوئی مرحوم کی امتیازی خصوصیات تھیں اور مرحوم کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ سفر تک میں ان کی نماز تہجد قضا نہیں ہوتی تھی میں خود اس کا شاہد ہوں۔

ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا، پہلی نماز جنازہ اکبری گیٹ پر ناظم ندوۃ العلماء وصدر مسلم پرسنل لاء بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب کی اقتدا میں پڑھی گئی اور پھر عیش باغ میں دوسری نماز جنازہ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے پڑھائی اور سوگواروں کے جم غفیر کی موجودگی میں عیش باغ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ (ادارہ)

ہرج ہوگا، دوسروں کا نقصان ہوگا، لیکن فکر نہیں احساس نہیں کم از کم احساس تو ہونا چاہئے، انہیں اس احساس کے ختم ہوجانے کی بھی فکر تھی۔

مولانا کی تقریر کا سبھی حاضرین نے اثر لیا، اور ان کی تقریر کے بعد اسٹیج پر آکر اپنے گرانقدر تاثرات بیان کئے، ڈاکٹر بھین، ترلوچن سنگھ صدر قومی اقلیتی کمیشن دہلی نے مولانا کی تقریر کو بھرپور سراہا، اور اپنی سو فیصد تائید کا یقین دلایا۔ صدر قومی اقلیتی کمیشن نے مولانا کی دلسوز تقریر کے بعد کسی بھی تقریر کو غیر ضروری بتایا انہوں نے ندوۃ العلماء کا اپنے حالیہ دورے کا ذکر کرتے ہوئے مولانائے محترم کی فکری بلندی، وسیع النظری اور ندوۃ العلماء کے تعلیمی کردار کا بھی ذکر کیا۔

مشہور صحافی جناب کلدیپ نیر صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے، دلتوں کے لیڈر بعض کثیر الاشاعت اخبارات کے ذمہ دار، آر ایس ایس تنظیم سے جڑے اہم افراد اور بعض ممبران پارلیمنٹ موجود تھے۔ جناب عبد الرحیم قریشی صاحب سکریٹری مسلم پرسنل لاء بورڈ نے بورڈ کا تعارف کرایا اور اس کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔

رابطہ ادب اسلامی کی نشست

۲ ستمبر۔ ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی کے مکان پر رابطہ ادب اسلامی (عالمی) کی ایک نشست دہلی میں اس کے دفتر کے افتتاح کے طور پر ہوئی۔ مولوی حافظ عطاء الرحمٰن اعظمی ندوی نے تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز کیا، اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی تقریر ودعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ جلسہ کی کارروائی مولانا سید محمد اجتباء ندوی نے چلائی ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی نے رابطہ ادب اسلامی کے دہلی میں اس کی شاخ کے تحت کئے گئے پروگرام کا ذکر کیا۔ اور ڈاکٹر سید ضیاء الحسن ندوی کی خدمات کا خاص طور سے تذکرہ کیا۔ تابش مہدی نے اپنی پُرسوز نعت پاک سنائی۔ اس موقع پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا عبدالآخر مظاہری، ڈاکٹر عبدالماجد قاضی، ڈاکٹر نسیم اختر ندوی، ڈاکٹر قاسم رسول الیاس، مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ ☆☆

رفتار کار

سیرت پاکؐ پر مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی نئی تصنیف کی رونمائی

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء وصدر مسلم پرسنل لاء بورڈ) کی نئی عربی تصنیف "فی ظلال السیرۃ" کی رسم اجرا زیر صدارت مولانا عبد اللہ عباس ندوی (معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) ہوئی۔

مولانا عبد اللہ عباس ندوی نے کتاب کا نسخہ مولانا سید نظام الدین (جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ وامیر شریعت بہار واڑیسہ) کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اس کا اجرا فرمایا اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ خوشی کی بات ہے کہ ندوی علماء کا سیرت نبویؐ سے خصوصی تعلق وشغف رہا ہے، انھوں نے اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ علامہ شبلی نعمانی کی سیرۃ النبیؐ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کی سیرۃ النبیؐ کی تکمیل اور "خطبات مدراس" کا تذکرہ کیا اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "نبی رحمت" کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب نئے انداز پر لکھی گئی ہے اور اس کا عربی ایڈیشن متعدد عرب یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی تازہ تصنیف "فی ظلال السیرۃ" اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، جو سیرت پاک پر مولانا کی بہترین کتاب ہے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ مبارک سلسلہ دراز ہوگا۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے سیرت کے موضوع پر متعدد کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عبد اللہ عباس ندوی کی کتابوں "پیغمبر اخلاق وانسانیت" "آفتاب نبوت کی چند کرنیں" اور "تاریخ تدوین سیرۃ النبیؐ" کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ کتابیں سیرت نگاری میں اہم مقام رکھتی ہیں اور ان کا مطالعہ ہر ایک کے لئے مفید ہے۔

مولانا نظام الدین صاحب نے مولانا رابع صاحب کی کتاب پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور لوگوں کو اس کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ اس سے پہلے مصنف کتاب مولانا رابع صاحب نے کتاب کے مندرجات کا تعارف کرایا۔

جلسہ میں مولانا سید محمد واضح رشید ندوی صدر شعبہ عربی ندوۃ العلماء نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۳۰ راگست کو مولانا محمد علی جوہر فاؤنڈیشن کا "تحریک آزادی ہند میں مسلمانوں کا کردار مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے حوالے سے" کے عنوان پر گنگا پرشاد میموریل ہال امین آباد میں منعقد ہوا، اس جلسہ کی صدارت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کی، اس موقع پر مولانا کے ہاتھوں مولوی فیصل حنفی ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کی کتاب "جہاد آزادی میں علماء کا کردار" کی رسم اجراء بھی ہوئی، یہ کتاب مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے طبع ہوئی ہے۔ جلسہ میں محمد عادل متعلم فضیلت اول دارالعلوم ندوۃ العلماء کو مضمون نگاری کا پہلا انعام بھی دیا گیا۔ ☆☆☆

(مولانا محمود حسن حسنی ندوی)

جناب منظر سبحانی صاحب (مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ) کے برادر نسبتی جناب عبد السلام صاحب، صاحب گنج چھپرہ پر فالج کا اثر ہوگیا ہے، اور وہ پٹنہ اسپتال میں زیر علاج ہیں، قارئین کرام سے ان کی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

جنگ آزادی میں علماء کا کردار
۱۸۵۷ء سے پہلے
از
فیصل احمد ندوی بھٹکلی
ناشر
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

سید احمد شہید اکیڈمی دارعرفات رائے بریلی کی دو نئی پیشکش

✿ مطالعۂ حدیث کے اصول ومبادی:

حدیث وعلوم حدیث کی بنیادی معلومات کے ساتھ مطالعہ حدیث کا ایک نیا رخ، اور حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کو نہایت اہم ہدایات اور مشورے اردو میں پہلی بار منظر عام پر حضرت مولانا کے قلم سے۔

صفحات: ۸۸ قیمت -/15

✿ جادۂ فکر وعمل:

مولانا سید محمد الحسنیؒ کے پرزور طاقتور فکری واصلاحی مضامین کا مجموعہ، جس میں فکر وعمل کی نئی راہیں کھولی گئی ہیں، اور مشکلات کا حل پیش کیا گیا ہے، پہلی بار منظر عام پر

صفحات: ۱۶۰ قیمت: -/35

ملنے کا پتہ:
مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

Resi 2268177
Mob 9541500532
2000867
31266122
Shop : 2213736
2500667

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ رسالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جیلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر : محمد اسلم

Haji Safiullah
Jewellers

Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

Shop: 260890
Resi: 269562

MOHD. IRFAN
PROPRIETOR

NEW KAREEM JEWELLERS

نیو کریم جویلرس

دوکان نمبر ابلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

Ph: 2226657

FIT & Co.

Since: 1916

Specialist in
Suits & Sherwani

Near:- Sardar Sons,
At: Nazirabad, Lucknow

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

ممبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852

۱۲ نمبر اور ۱۲۱ کے کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے

مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے زیر اہتمام
شائع ہونے والے رسائل ومجلات ایک نظر میں

	رسائل	سن آغاز	زرتعاون: اندرون ملک	زرتعاون: بیرون ملک
۱	ماہنامہ البعث الاسلامی (عربی)	۱۹۵۵ء	۲۰۰ روپے	۳۰ ڈالر
۲	پندرہ روزہ الرائد (عربی)	۱۹۵۹ء	۷۵ روپے	۲۵ ڈالر
۳	پندرہ روزہ تعمیر حیات	۱۹۶۳ء	۱۵۰ روپے	۳۵ ڈالر
۴	انگریزی سہ ماہی Fragrance	۱۹۹۸ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر
۵	ہندی ماہنامہ سچار ساگر	۲۰۰۱ء	۱۰۰ روپے	۲۵ ڈالر

ان رسائل ومجلات کے ساتھ آپ کا تعاون فکری تعمیر اور شعور کی تربیت کے مشن میں تعاون ہوگا۔

خط وکتابت کا پتہ: پوسٹ بکس ۱۹۳، ندوہ لکھنؤ

.....یقیناً اللہ چاہے گا تو مسلمان پھر ابھرے گا.....

فیصد مسلمانوں میں بہت گرا ہوا ہے، مسلمانوں کا علم سے بہت گہرا تعلق ہے، مگر انہوں نے اس تعلق کو ختم کر دیا، مسلمانوں کو گرانے اور غلط فہمی پیدا کرنے اور غلط انسان بنا کر پیش کرنے میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔

ملک سیکولر ہے، حکومت مسلمانوں اور اسلام کی سرپرستی نہیں کر رہی ہے، ہم نہ تو مطالبہ کر سکتے ہیں، نہ توقع کرنی ہے اور نہ وہ کریں گے، خاص طور پر تعلیم کے مسئلہ میں۔

گجرات کے زلزلے کو ہی لے لیجئے، مادی انداز سے سوچنے والے زلزلے کی وجوہات بتادیں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ زلزلہ اللہ کی طرف سے آتا ہے اور یہ قہر خداوندی ہے، اگر باریکی سے جائزہ لیا جائے تو ایسی چیزیں ملیں گی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہیں، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ پروردگار ہم سے ناراض نہ ہو۔

تعلیم آدمی کو آدمی بناتی ہے، اس سے صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں، ملک کی طرف سے جو تعلیم دی جارہی ہے وہ ہم کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے والی تعلیم ہے، ضرورت ہے کہ نئی نسلوں کو ایسی تعلیم دلوائیں کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر سکیں۔

حکومت جو تعلیم دے گی وہ سیکولر ہوگی، اگر شرارت ہوگی تو دوسری تعلیم ہوگی، تھوڑی بہت کوشش کر کے کم سے کم ایسی بنیادی تعلیم دے دی جائے کہ دین تو باقی رہے، اللہ ورسول کو تو پہچانتے رہیں، نئی نسل جانے گی نہیں تو کیسے سیکھے گی، تعلیم کی فکر کرنی چاہئے، جب تک ہم اس کی فکر نہیں کریں گے ترقی نہیں کر سکتے، تعلیم یافتہ تو ہو جائیں گے۔ لیکن مسلمان نہیں رہیں گے، مسلمان مسلمان نہیں رہے گا تو امت ہی ختم ہو جائے گی، اس وقت میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے، اقتصادیات پر یہودیوں کا قبضہ ہے اس کی وجہ سے یہ ہے کہ یہودی لڑ کے علم کے پیچھے پاگل ہو رہے ہیں۔

ہم اردو زبان کو سنبھال نہیں سکتے، جو نسلیں فکر کرتی ہیں وہ طاقتور ہوتی ہیں، جو کوتاہی ہے وہ ہماری کوتاہی ہے، اردو تعلیم کی خاص طور سے فکر کرنی ہے تاکہ ہمارے متعلق درست رائے قائم ہو، اسلام کی طرف سے عورتوں کی تعلیم کی بہت اہمیت بتائی گئی ہے۔

ذرائع ابلاغ اور لٹریچر کی بڑی اہمیت اور ضرورت ہے، اس میں مسلمانوں نے بڑی غفلت کی ہے۔

ذرائع ابلاغ نے مسلمانوں کو کمتر اور ذلیل کر کے پیش کیا، مسلمانوں کے عقائد اور افکار پر اٹیک کیا گیا ہے، مثال کے طور پر ایک مصنف نے حضور اکرم ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب بہت اچھے انداز میں لکھی لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ آپ نے جو کچھ کیا ایک اچھے لیڈر کی طرح عربوں کی معاشرتی حالت دور کرنے کے لئے کیا اور جو آپ کی عظمت کے واقعات ہیں وہ ایک بہترین لیڈر کی حیثیت سے آپ کی کوشش کی وجہ سے ہیں۔ اس طرح وہ نبوت کی خصوصیت ختم کرنا چاہتا ہے، پڑھنے والا گمراہ ہوگا اور سمجھے گا کہ آپ کی تعریف ہو رہی ہے، جب کہ آپ نبی تھے جو اللہ کا مقرر کردہ ہوتا ہے جب کہ لیڈر افراد بناتے ہیں، اس طرح اسلام کی شبیہ کو بگاڑا جارہا ہے۔

ہندوستان کے اخبارات میں مسلمانوں کی شرافت، عزت اور عظمت نیز جو مسلمانوں کی اچھی چیزیں ہیں ان کو دبا کر رکھا جاتا ہے، جو نقائص ہیں ان کو اچھالا جاتا ہے۔

کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں سات لاکھ افراد اکٹھا ہوئے، ایک انگریزی اخبار میں خبر آئی کہ چند سو مسلمان جمع ہوئے، یہ طریقہ بہت سمجھداری سے اختیار کیا جارہا ہے۔

ذرائع ابلاغ سے ہمارے متعلق لوگ صحیح بات نہیں سمجھ سکتے، اقتصادیات اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے ذہنوں کو بدل دیا گیا ہے، وہ سمجھتے ہیں ہر مسلمان جیب میں چاقو رکھتا ہے اور مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ دوسروں کو ذبح کرتا ہے۔

ہمارے پاس ذرائع ابلاغ نہیں، ہم وہ لٹریچر نہیں پیدا کر پارہے ہیں جس سے دوسروں کو سمجھا سکیں اور اسلام کی خوبیوں کو سامنے لاسکیں، پڑوسیوں اور غیر مسلموں میں جو غلط فہمیاں ہیں ان کو سن کر حیرت ہوتی ہے، ذرائع ابلاغ کے ذریعے غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہے۔

مسلمان اپنے کو اللہ کی مرضی کے تابع بنائیں، فرشتوں نے اللہ سے کہا کہ ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں بتایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نہ کہتے تھے کہ ہم اپنا خلیفہ بنائیں گے اور اسے علم وشعور عطا کریں گے۔ اس لئے نائب کی حیثیت سے ہم دنیا میں اس طرح زندگی گزاریں جیسی اللہ چاہتا ہے، جو اصل انتظام والی ہستی چاہتی ہے، نائب اسی کے مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔

اللہ انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے، ان کی فلاح وترقی چاہتا ہے لیکن اس کے بتائے ہوئے طریقے اختیار کرنے کے بعد۔ مسلمانوں نے جب اس بات کو سمجھا اور اختیار کیا تو علم سے فائدہ اٹھایا اور بام عروج پر پہنچ گئے، اللہ چاہے گا تو مسلمان پھر ابھرے گا۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک اس کو خود فکر نہ ہو، لوگوں میں شعور بیدار ہو رہا ہے وہ کوشاں ہیں ملت کے لئے، دین کے لئے، مسلمانوں کے وقار کے لئے، دینداری امت کو اب تک زندہ رکھے ہوئے ہے، پروردگار ہم سے ناراض نہ ہو، اس کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، ہماری نسل تو رخصت ہو رہی ہے، نئی نسل کی فکر کرنی ہے۔ ●●●

انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں

☆ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی پر
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا تعزیتی مضمون

اس کے علاوہ

☆ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی ایک یادگار تحریر۔
☆ فقہی سوال وجواب۔
☆ مولانا نذر الحفیظ صاحب کا عالم اسلام پر مضمون۔